درس حدیث

محمد اظہر مدنی

ماہ رمضان ایمان واحتساب کامہینہ ہے

عن ابی ہریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ”من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه“
(البخاری:۳۸ومسلم:۷۶۰)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ”جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے ایمان اور حصول ثواب کی نیت کے ساتھ تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

تشریح: رمضان المبارک کامہینہ بے شمار نعمتوں اور انمول تحائف کے ساتھ ہم پر سایہ فگن ہونے والا ہے۔اس کا ایک ایک پل خیر و برکت سے بھرا ہوا ہے۔اس کی بے شمار نوازشیں اور اکرام بندوں پر نچھاور ہیں۔درحقیقت رمضان کا مبارک مہینہ امت محمدیہ کے لیے ایک عظیم تحفہ ہے۔یہی وہ مہینہ ہے جس کے اندر ایمان کے وہ مظاہر دیکھنے کو ملتے ہیں جن کا دیگر ایام میں تصور نہیں کیا جاسکتا۔یہ رحمت ومغفرت، ذکر واذکار، صدقہ وخیرات، قیام وصیام، توبہ واستغفار نیز غمخواری و غمگساری کا مہینہ ہے۔ہر انسان کی اس مبارک مہینہ میں یہ چاہت ہوتی ہے کہ وہ پکا سچا مومن بن جائے، رب کا چہیتا اور برگزیدہ بن جائے، صوم وصلاۃ کا پابند ہو جائے اور اپنے اخلاق وعادات واطوار کو درست وچست کرلے۔اس مبارک مہینہ کے روزے کی فرضیت تحویل قبلہ کے بعد سن۲ ہجری میں ہوئی۔سورہ بقرہ میں اس کی فرضیت اور اس کے مقاصد کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:”یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ “(بقرہ:۱۸۳)”اے ایمان والو!تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا۔تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو“ اور ایک دوسری آیت کریمہ میں سابقہ تعلیمات کو منسوخ قرار دیتے ہوئے ماہ رمضان کے روزوں کو فرض قرار دیا ہے۔”فَمَنْ شَهِدَ مِنْکُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ “(البقرہ:۱۸۵) کہ تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے وہ روزے رکھے۔چنانچہ ماہ رمضان کے صیام وقیام کا اس کے شایان شان اہتمام کرنا چاہئے۔عقلمند انسان وہ ہے جو ان بابرکت ساعتوں کو غنیمت جانتے ہوئے اس سے استفادہ کرے۔درحقیقت یہ مہینہ توبہ کرنے کا مہینہ ہے۔لہذا ہر بندہ مومن کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے ان ایام سے بھرپور فائدہ اٹھائے۔صرف نیک اعمال کی تمنا کرنا کسی انسان کے کامیابی کا ضامن نہیں ہوسکتا ہے۔بلکہ ایمان کے ساتھ ساتھ ہر عمل میں حصول ثواب کی نیت کے ذریعہ ہی کامیابی وکامرانی کے منازل طے کرسکتا ہے۔مذکورہ بالا حدیث سے گناہ کی مغفرت کا مژدہ ان لوگوں کو سنایا گیا ہے جو رمضان المبارک کا مہینہ ایمان کے ساتھ رکھتے ہیں۔یعنی ایمان کے تمام شروط بشمول عمل پر کھرا اترتے ہیں اور ساتھ ہی اپنے ماضی کے اعمال اور سرگرمیوں کا محاسبہ کرتے ہیں۔سابق میں کی گئی نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں، اس نعمت عظمی کی توفیق پر رب کا شکر گزار ہوتے ہیں اور خطاؤں، لغزشوں، گناہوں پر نادم وشرمندہ اور رب کے حضور توبہ وانابت واستغفار کی گہار لگاتے ہیں۔درحقیقت ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور ان کے سابقہ گناہوں کو معاف کرتا ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ اپنا محاسبہ کرتے ہوئے سنت نبوی کے مطابق زندگی گزاریں۔اتباع حق کا جذبہ اپنے اندر موجزن کریں۔آخرت کی تیاری کے لیے کمربستہ ہوجائیں۔گردش لیل ونہار سے فائدہ اٹھانے کے لیے منظّم چارٹ بنائیں اور تدبر وتفکر کے ساتھ مبارک لمحات سے مستفید ہوتے ہوئے آخرت کا حقیقی تصور پیدا کریں۔یاد رکھیں!ان مبارک ساعتوں میں کسی بھی طرح کی کوئی بھی غفلت ہمیں حسرت وندامت سے دوچار کردے گی اور پھر کف افسوس ملنے کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا۔

مبارکباد کے مستحق ہیں وہ لوگ جنہوں نے ماہ رمضان کا استقبال اور اس کی تیاریاں سنت نبوی کے مطابق کی اور اپنے قلوب واذھان کو برائیوں سے پاک کیا، بغض وحسد سے باطن کو پاک وصاف کیا، اللہ کے دربار میں کمال تذلل وسپردگی کے ساتھ ماہ رمضان کے مبارک لمحات سے فائدہ اٹھانے کا عزم مصمم کیا اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور منہیات ومنکرات اور معاصی وسیئات سے اجتناب کیا۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام لوگوں کو ماہ رمضان کو غنیمت جانتے ہوئے اس کی برکات سے بھرپور فائدہ اٹھانے اور زیادہ سے زیادہ تلاوت قرآن، دعاء واذکار، توبہ واستغفار، صدقات وخیرات اور تہجد گزاری کے ساتھ ساتھ سحری وافطاری اور قدر کی راتوں میں عبادت کرنے، آخری عشرہ میں اعتکاف کی توفیق بخشے اور ماہ صیام کو ملک وملت وانسانیت کی تعمیر وترقی، فوز وفلاح، اخوت ومحبت وبھائی چارہ اور امن وشانتی کا ذریعہ بنائے اور ہم سب کو اس کی مبارک ساعتوں اور برکتوں سے ہمکنار کرے۔آمین وصلی الله علی النبی محمد وسلم تسلیمات کثیرا

☆☆☆

اصغر علی امام مہدی سلفی

اداریہ

رمضان المبارک میں ہمارا مطلوبہ کردار وعمل

ملک و معاشرہ، خاندان اور فیملی کی تباہی و بربادی کے بے شمار وسائل وذرائع اور اسباب ووجوہات ہم نے ایجاد کر رکھے ہیں۔ یہ وسائل وذرائع اگر صرف ہمارے اعمال وکردار اور کرتوت کے قبیل سے ہی ہوتے تو یہ معاشرے کی تباہی کے لیے کافی تھے۔ لیکن معاملہ اس سے بھی کہیں زیادہ سنگین، متعدی ،فزوں تر اور مختلف الابعاد ہے۔

یوں تو فی زمانہ عبادات ومعاملات اور معاشرت ومعیشت کے حوالے سے ہمارے سماج اور معاشرے میں بہت ساری بے اعتدالیاں اور کوتاہیاں پائی جارہی ہیں اور دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں اشہر حرم اور مبارک ایام ولیالی کی پرواہ کئے بغیر معصیتوں اور جرائم کا ارتکاب ہو رہا ہے لیکن ان میں بعض مخالفات ،نافرمانیاں اور معصیتیں نہایت سنگین ہیں اور ملک ومعاشرہ اور ملت وجماعت کے فساد وبگاڑ اور ہلاکت وبربادی کا ذریعہ ہیں۔ جن میں ڈنڈی مارنا بھی شامل ہے۔

ہم نے شعیب علیہ السلام جیسے عظیم اولوالعزم نبی کی موجودگی میں ان کی قوم کو صرف ناپ تول میں ڈنڈی مارتے ہوئے پا کر انتہائی المناک عذاب میں مبتلا ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ مگر ہم فی زمانہ بیع وشراء، بزنس، تجارت اور لین دین میں کمی بیشی ،ظلم وزیادتی ،احکام الٰہی، دین وشریعت اور اخلاق کی دھجی اڑانے کے بے شمار واقعات وحادثات اور مخالفات آئے دن ملاحظہ کرتے ہیں۔ عصر حاضر میں ملاوٹ اور اشیاء کے معیار میں گراوٹ بلکہ گندم نما جو فروشی کے پتہ نہیں کتنے معاملات ملاحظہ کیے ہیں، بلکہ کتنے ہی صدمات سے دو چار ہوئے ہوں گے۔ اس پر ’’شنیدہ کے بود مانند دیدہ‘‘ سے بھی بڑھ کر مشکل اور کڑوے حالات کے چسیدہ بھی آئے دن بنتے رہتے ہیں۔ ناپ تول میں کمی اور اس میں گھپلے کے واقعات تو اب کچھ معنی ہی نہیں رکھتے، گرچہ اس کے لیے موازین اور مشین کی جتنی قسمیں ایجاد کر لی جائیں، دھرم کانٹے اور دنیاوی

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی
نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی   مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲
اداریہ ۳
عالم انسانیت کی سب سے بڑی شخصیت ۶
افواہوں کے نقصانات اوران کا ازالہ شریعت کی روشنی میں ۸
انیسواں کل ہند مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم ۱۳
خوشحال زندگی گذارنے کے چند اسباب (۲) ۱۵
رکعات تراویح کی تعداد علمائے احناف کی نظر میں ۱۷
الوداعی جمعہ کی شرعی حیثیت ۲۰
ڈاکٹر عبدالعلی ازہریؒ - ایک تعارف ۲۳
اپیل ۲۹
جماعتی خبریں ۳۰
اعلان داخلہ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ ۳۱
محسنین اور مخلصین سے مؤدبانہ اپیل ۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک
سالانہ ـــــــ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ـــــــ ۷/روپے
پاکستان ـــــــ ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

میزان القسط والعدل کے پیمانے اور اوزان وضع کر لیے جائیں اور رشوت ستانی اور ناپ تول میں کمی کو روکنے کے لیے ویجیلینس بحال کر دیے جائیں، دلوں کی دنیا جب تک نہیں بدل جاتی ان شکلیات کے سانچے اور پیمانے خود ڈھکوسلے ثابت ہوتے رہیں گے، مشینیں بھی ناکارہ ثابت ہوتی رہیں گی اور ویجیلنس اور خفیہ ادارے بھی ناکام پھرتے رہیں گے۔

ڈنڈی مارنا اور ناپ تول میں کمی بیشی کرنا کوئی چھوٹا موٹا جرم نہیں ہے بلکہ یہ جرم عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسے فساد فی الارض قرار دیا ہے۔ ڈنڈی مارنا فساد و بگاڑ اور ہلاکت کی راہ ہے۔ اس سے بچنا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام اپنی قوم کو جو بنیادی حیثیت کی چند تعلیمات دیتے تھے ان میں ایک اہم بات یہ بھی ہوتی تھی کہ وہ ڈنڈی نہ ماریں کیوں کہ اس سے زمین میں فساد پھیلتا ہے اور سسٹم میں بگاڑ آتا ہے۔

چنانچہ شعیب علیہ السلام نے فرمایا: ''قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ'' (الاعراف:۸۵) ''انہوں نے فرمایا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے۔ پس تم ناپ اور تول پورا پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے مت دو اور روئے زمین میں، اس کے بعد کہ اس کی درستی کر دی گئی، فساد مت پھیلاؤ، یہ تمہارے لیے نافع ہے اگر تم تصدیق کرو''۔

'' قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ. وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ'' (ھود: ۸۴-۸۵)''اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور تم ناپ تول میں بھی کمی نہ کرو میں تو تمہیں آسودہ دیکھ رہا ہوں اور مجھے تم پر گھیرنے والے دن کے عذاب کا خوف (بھی) ہے۔ اے میری قوم! ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کرو لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد اور خرابی نہ مچاؤ''۔

''اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ. وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ. وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ'' (الشعراء:۱۸۱-۱۸۳)''ناپ پورا بھرا کرو کم دینے والوں میں شمولیت نہ کرو۔ اور سیدھی صحیح ترازو سے تولا کرو۔ لوگوں کو ان کی چیزیں کمی سے نہ دو، بے باکی کے ساتھ زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو''

عزیزو! ذرا غور کرو کہ جب بقول دوسرے خلیفہ راشد ہماری ساری عبادات عبادات مطلوبہ وواجبہ کا ایک حصہ ہیں اور بقیہ نو حصے معاملات ہیں، جنہیں ہم کاروبار حیات کہتے ہیں تو بتاؤ ریاضیات کا کون سا ماہر ہے جو مساوی مفروضہ نمبرات والے دس سوالوں میں سے ایک سوال کو چیک کرنے والوں کو پاس نمبر دیدے اور اسے کامیاب قرار دے۔ جبکہ اس کا حال بھی معلوم ہے۔ ع

صفیں کج دل پریشاں، سجدہ بے ذوق
کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے

ڈنڈی مارنا اور ظلم و زیادتی اور حق تلفی کرنا صرف خرید و فروخت تک ہی محصور و محدود نہیں ہے۔ بلکہ اس کا دائرہ ایمانیات وعقائد، عبادات و معاملات، تجارت و کاروبار، عدالت و سیاست اور ملک و معاشرت تک پھیلا ہوا ہے اور جہاں بھی اور جس شکل میں بھی یہ پایا جائے گا وہ فساد و بگاڑ کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ قرآن کریم کی رو سے آج بہت سے ایمان کا بلند بانگ دعویٰ کرنے والے بھی شرک میں مبتلا ہیں۔ حاجت روا اور مشکل کشا کسی اور کو سمجھتے ہیں، اہواء و خواہشات کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔ عبادات میں کوتاہی عام بات ہے۔ یہ بات بات میں جھوٹ بولتے ہیں۔ وعدہ خلافی کرتے ہیں، امانت میں خیانت روا رکھتے ہیں، گندگی ان کی اور ان کے محلوں کی پہچان بن گئی ہے۔ قائدین راتوں رات قوم وملت کا سودا کر لیتے ہیں۔ عوام چند ٹکوں میں بک جاتے ہیں، کاروباری اخلاقیات کا پاس ولحاظ کیا ہوتا ہے وہ نہیں جانتے۔ حقوق اللہ تو دور کی بات ہے، خویش واقارب اور بندگان الٰہی کے حقوق کی ادائیگی میں بھی کوتاہ واقع ہوئے ہیں، غریبوں کا استحصال دن کی روشنی میں ہوتا ہے۔ ایسے میں فساد

وبگاڑ کیوں کر نہ برپا ہوگا؟ عزیزو اس کا ایک ہی حل ہے کہ ’’وَتُوبُوٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ‘‘(النور:۳۱)’’مسلمانوں اللہ جل شانہ کی طرف توبہ وانابت کے ذریعہ لوٹ آؤ تاکہ تم فلاح پاسکو۔‘‘

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ زمین امن وسکون کی آماجگاہ بن جائے۔ عباد و بلاد شانتی کے ساتھ رہیں۔ جدھر دیکھو اصلاح ہی اصلاح ہو۔ فساد و بگاڑ کا نام و نشان باقی نہ رہے۔ اس لیے اس نے اپنے بندوں کے عادات و اطوار، طور طریقے، اخلاق وکردار اور ایمان وعقائد کی درستگی کے لیے مواقع ومواسم بنائے ہیں جن میں بطور خاص بندگان الٰہی اپنے اعمال وکردار کی اصلاح کرسکیں، اپنے نفس کا تزکیہ کرسکیں، اور اپنے اندر کی بہیمی قوت کو شکست دے کر ملکوتی صفات پیدا کرسکیں۔ ماہ صیام جو ہم پر سایہ فگن ہوا چاہتا ہے یہ اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔ اس کے فضائل بے شمار ہیں۔ اس میں ایک نفلی عبادت کا ثواب فرض عبادت کے برابر ملتا ہے اور فرض عبادات کا ثواب ستر سے سات سو گنا تک ملتا ہے۔ اس مہینے کا روزہ فرض ہے۔ جس کا مقصد تقویٰ و پرہیزگاری کا حصول ہے اور جس کا بدلہ کمال اکرام کے طور پر اللہ رب العزت خود اپنے ہاتھ سے دے گا۔ اس مہینے میں ایک عظیم الشان رات ہے جس کی عبادات ہزاروں مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ اس مہینہ میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیطان جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ یہ امن وشانتی کا سرچشمہ اور غمخواری ومواسات کا مہینہ ہے۔ اس مہینے کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں قرآن کریم نازل ہوا جو ساری انسانیت کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس ماہ مبارک کے تقاضے بھی ہیں جن کو پورا کرنا ضروری ہے۔ ان تقاضوں کو پورا کرکے ہی زمین سے ڈنڈی مارنے کی تمام قسموں کو ختم کیا جاسکتا ہے، فساد و بگاڑ سے بنی نوع انسان کو بچایا جاسکتا ہے اور روئے زمین کو گہوارۂ امن بنایا جاسکتا ہے۔

اس ماہ مبارک کا تقاضہ یہ ہے کہ ایک بندہ مومن اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیارے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور اسلاف عظام کے اسوہ کی روشنی میں اس کا پوری تیاری کے ساتھ استقبال کرے، رویت ہلال رمضان کا خصوصی اہتمام کرے اور چاند دیکھنے کے بعد دعا پڑھے کہ اللھم اھلہ علینا بالامن والایمان والسلامة والاسلام ربی وربک اللہ ھل رشد وخیر (ترمذی) اے اللہ تعالیٰ اس چاند کو ہم پر امن وامان اور سلامتی واسلام کے ساتھ طلوع فرما۔ اے چاند میرا اور تیرا رب اللہ ہی ہے، اے اللہ یہ ہدایت اور بھلائی کا چاند ہو۔

اس امن وسلامتی، اخوت وبھائی چارہ اور رشد وہدایت والے چاند کو جھوٹی انا وخودرائی کی تسکین کے لئے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کھڑی کرکے اختلاف امت کا ذریعہ نہ بنائے۔ اپنی ایمانی وروحانی بالیدگی کے لیے اللہ تعالیٰ کی زیادہ سے زیادہ عبادت کرے۔ مشکل کشا وحاجت روا اسی کو مانے، اس کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے، اس کے علاوہ کسی کے آگے نہ خود جھکے اور نہ دوسروں کو اپنے آگے جھکنے پر مجبور کرے۔ تلاوت ونوافل کا اہتمام کرے۔ اپنے مولیٰ کے حضور توبہ وانابت کرے۔ فلاح ملت کے نام پر نہ ملت فروشی کرے اور نہ ان کے جذبات کو برانگیختہ کرکے ان کا استحصال کرے۔ ضرورت مندوں کی بھوک و پیاس کو نہ صرف محسوس کرے بلکہ ان کی ضرورتوں کو بھی پوری کرے، دولت پر سانپ بن کر بیٹھا نہ رہے بلکہ اپنے رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے سخاوت وفیاضی کی مثال بن جائے۔ کسی کا حق نہ مارے۔ کسی کا استحصال نہ کرے۔ ماہ صیام میں خوردنی اشیاء اور ملبوسات دوگنے اور سہ گنے داموں میں نہ بیچے۔ کسی سے گالی گلوچ نہ کرے۔ لڑائی جھگڑے سے دور رہے۔ اور اگر کوئی لڑنے پر اتارو ہو تو کہہ دے کہ بھائی میں روزے سے ہوں۔ ’’فاذا کان یوم صوم أحدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابه أحد او قاتله فلیقل انی صائم‘‘(بخاری)

ان اخلاق وکردار کو اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ان کو ہم نے اپنے اندر پیدا کرلیا تو یقین جانئے ڈنڈی مارنے کا رجحان بہرنوع ختم ہوجائے گا، فساد مٹ جائے گا اور اللہ کی زمین اس کے بندوں کے لیے امن و سعادت کا گہوارہ بن جائے گی۔

اللھم بلغنا رمضان ومتعنا ببرکات الرحمن وجنبنا من همزات الشیطان ونسألک العفو والغفران. آمین

☆☆☆

عالم انسانیت کی سب سے بڑی شخصیت

مولانا خورشید عالم مدنی، پٹنہ

اللہ تعالی نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے معبوث فرمایا تا کہ اپنے بندوں پر اپنے انعام واحسان کے اتمام کی تکمیل فرمائے ''لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ '' (آل عمران: 164) "اللہ کا مومنوں پر یقیناً یہ احسان ہے کہ اس نے ان کے لیے انہی میں سے ایک رسول بھیجا"، تا کہ ابراہیم ابو الانبیاء واسماعیل کی مانگی دعا پوری ہوجائے "رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلاً " (بقرة: 129) "اور اے ہمارے رب! انہی میں سے ایک رسول ان کی ہدایت کے لئے معبوث فرما"، تا کہ انبیاء کرام کی وہ بشارتیں مکمل ہوں جس کا اعلان واظہار عیسیٰ بن مریم کی زبان نے کیا'' وَاِذۡ قَالَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ يٰبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوۡرٰٮةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ يَّاۡتِىۡ مِنۡۢ بَعۡدِى اسۡمُهٗۤ اَحۡمَدُ '' (صف: 6) "اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! میں تمہارے لئے اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، مجھ سے پہلے جو تورات آچکی ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا، اس کا نام احمد ہوگا"، اس لیے آپ کی بعثت ہوئی تا کہ والدہ محترمہ کا وہ خواب شرمندہ تعبیر ہوجائے جوانہوں نے ان کی ولادت سے پہلے دیکھا ''كأنه خرج منها نور أضاءت له قصور بصرى من أرض الشام (الحاکم فی مستدرکہ: 2/600) "میرے جسم سے ایسی روشنی نکلی جس سے سرزمین شام کے محلات روشن ہو گئے"۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یتیم پیدا ہوئے، والدہ کے پاس مال نہیں تھا جس سے دودھ پلانے والیوں کے اندر رغبت ہو۔ جس عورت نے بھی آپ کو دیکھا اس نے لینے سے انکار کر دیا اور کہنے لگی یہ تو یتیم ہے، لیکن جیسے ہی حلیمہ سعدیہ نے اس یتیم کو گود لیا برکتیں نازل ہونے لگیں، اس کے سینے دودھ سے بھر گئے جسے اس در یتیم نے آسودہ ہو کر پیا، کمزور، لاغر اونٹنی کا تھن بھی دودھ سے بھر گیا جس سے میاں بیوی دونوں آسودہ ہوئے اور وہ گدھی جو مکہ آنے میں دھیرے دھیرے چل رہی تھی تیز گام ہوگئی، قافلہ کی دیگر عورتیں پوچھتی تھیں یہ وہی سواری ہے یا تو نے اسے بدل لی ہے؟ کہتی ہیں سواری نہیں بدلی بلکہ سوار بدل گیا ہے اور جب تک آپ قبیلہ بنی سعد میں رہے، پورا علاقہ قحط سے محفوظ، سرسبز و شاداب رہا اور وہاں کے باشندوں کو یہ احساس تھا کہ علاقے کی تبدیلی وخوشگواری اس بچّہ کی برکت سے ہے۔

وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنی زندگی میں تین ممالک (آج کے نقشہ کے مطابق سعودی عرب، بحرین، یمن) کے سربراہ تھے، لیکن انہوں نے اپنی زندگی انسانیت کی نجات کے لئے وقف کردی۔ دو دو مہینے تک چولہا گرم نہیں ہوتا۔ کھجور اور پانی پر گذارا کرتے تھے۔ بقول انس رضی اللہ عنہ تادم وفات کبھی دسترخوان بچھا کر نہیں کھایا اور کبھی چپاتی (پتلی روٹی) میسر نہیں ہوئی لم يأكل النبي صلى الله عليه وسلم على خوان حتى مات، وما أكل خبزا مرققا حتى مات (بخاری: 6450)

آپ کا گھر کوئی محل نہیں تھا، دروازے پر کوئی حارس (گیٹ کیپر) نہیں، کھلی چٹائی پر سوتے تھے جس کے نشانات جسم اطہر پر ظاہر ہو جاتے تھے۔ صحابہ کرام درخواست کر رہے ہیں کہ آپ کے لئے نرم گدہ تیار کر دیتے ہیں اور آپ فرما رہے ہیں مالي وللدنيا؟ ما أنا في الدنيا الا كراكب استظل تحت شجرة ثم راح وتركها (ترمذی: 2377) "مجھے دنیا سے کیا لینا؟ میں تو دنیا میں اس مسافر کی طرح ہوں جو کسی درخت کے نیچے تھوڑی دیر ٹھہرا اور پھر وہاں سے کوچ کر گیا"

آپ کی ازواج مطہرات فاقہ کی شکایت کرنے آئیں اور اپنے نفقہ میں اضافہ کا مطالبہ کرنے لگیں، آپ نے انہیں صبر جمیل یا پھر سراح جمیل (جدائی) کا اختیار دے دیا، لیکن قربان جایئے ان ماؤں پر جنہوں نے صبر جمیل اختیار کیا اور آپ کی رفاقت ومعیت پر لذات دنیاوی کو قربان کر دیا۔ قرآن ناطق ہے۔ ''اِنۡ كُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا وَزِيۡنَتَهَا فَتَعَالَيۡنَ اُمَتِّعۡكُنَّ وَاُسَرِّحۡكُنَّ سَرَاحًا جَمِيۡلًا. وَاِنۡ كُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَالدَّارَ الۡاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلۡمُحۡسِنٰتِ مِنۡكُنَّ اَجۡرًا عَظِيۡمًا (احزاب: 29-28) "اگر تمہیں دنیا کی زندگی اور اس کی خوش رنگیاں چاہئے تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دوں اور خوش اسلوبی کے ساتھ تمہیں رخصت کر دوں اور اگر تمہیں اللہ اور اس کا رسول چاہیے اور آخرت کی بھلائی چاہیے تو بیشک اللہ نے تم میں سے نیک عمل کرنے والیوں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے"۔

آپ نے وفات کے وقت کوئی درہم و دینار نہیں چھوڑا، کوئی غلام اور لونڈی نہیں۔ اگر چھوڑا تو صرف وہ سفید خچر تھا جس پر آپ سوار ہوتے تھے، آپ کا ہتھیار تھا، خیبر کی زمین تھی جسے آپ نے مسافروں کے لئے صدقہ کر دیا۔ جس رات آپ کا انتقال ہوا، اس رات گھر میں چراغ کے لیے تیل نہیں تھا، وہ بھی پڑوسی کے گھر سے ادھار لایا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دشمنوں کے درمیان 21 سالوں تک

نبرد آزمائی رہی اور اس درمیان ان دشمنوں نے آپ کے ساتھیوں اور آپ کی دعوت کے خاتمہ کی ساری تدبیریں اختیار کیں:

۱) شعب ابی طالب میں تین سالوں تک آپ کا مقاطعہ، سوشل بائیکاٹ کیا۔ آپ پر، آپ کے قبیلہ واہل وعیال پر زندگی کو تنگ کر کے رکھا۔

۲) آپ اور آپ کے اصحاب کو مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا۔

۳) آپ سے تین بڑی جنگیں کیں، جن میں آپ کی پیشانی زخمی ہوئی، اگلے دانت ٹوٹ گئے، آپ کے چچا اور ساتھیوں کو شہید کیا۔

لیکن جب آپ غالب آئے تو ان دشمنوں پر احسان کیا ان سے انتقام نہیں لیا، ان کی زجر وتوبیخ نہیں کی، بلکہ ان کے کارہائے سیاہ کا تذکرہ تک نہیں کیا اور ان کو یہ کہتے ہوئے معاف کر دیا۔ ''قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ'' (یوسف:92) "میں تم سے وہی کہوں گا جو میرے بھائی یوسف نے اپنے حقیقی بھائیوں سے کہی: "آج تمہارا کوئی مواخذہ نہیں، اللہ تمہیں معاف کردے۔ وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے"۔

کیا تاریخ نے ایسا فاتح اور رحیم انسان دیکھا ہے؟ جو مکہ میں فاتحانہ داخل ہوتے وقت سر جھکاتے، اللہ کا شکر بجالاتے داخل ہوئے اور لا تثریب علیکم الیوم اپنے ان دشمنوں سے کہہ رہے ہیں جنہوں نے آپ کی تکذیب کی، اذیت دی، سر مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی ڈالی، اس کے باوجود آپ نے انہیں دین میں دخول پر مجبور نہیں کیا بلکہ پوری آزادی عطا کی، انہیں امان دیا، عزت دی اور ان کے مقام کو بلند کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا نے ایسا فاتح نہیں دیکھا۔ ایسا گواہ جو دنیا میں شہادت کے لیے اکیلا آیا اور لاکھوں کو گواہ بنا گیا "اللہ ہمارا معبود برحق ہے، اس کا کوئی ساجھی و شریک نہیں" اس شہادت کو انسانوں، جنوں کے کانوں اور دلوں تک پہنچایا، فضاؤں کو، دشت وجبل کو، شہروں اور بیابانوں کو آواز شہادت سے بھر دیا اور کیا عربی، کیا عجمی، سب کی زبان پر وہی کلمہ شہادت جاری کر دیا اور اپنے آخری خطبہ حج میں فرمایا اللھم اشھد اللھم اشھد اللہ میری شہادت کو سن لے اور میری گواہی پر تو خود گواہ رہنا"۔

جب کبھی یہ آواز بلند ہوتی ہے کہ محمد دہشت گرد تھے اور ان کے ماننے والے مسلمان دہشت گرد ہیں، تو دنیا سیرت کا مطالعہ کرنے لگتی ہے۔ یہ کون ہیں محمد؟ اور کیسے تھے ان کے اخلاق واوصاف؟ اور پھر ان کے سینے نور ایمان سے منور ہونے لگتے ہیں اور ان کے سامنے دخول اسلام کے راستے کھلنے لگتے ہیں۔ نہیں نہیں جو کچھ کہا جارہا ہے وہ جھوٹ ہے، وہ تعصب پر مبنی ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ وہ نبی پوری انسانیت کا انتہائی خیر خواہ نبی تھا اور اس نے پوری کائنات پر اپنی رحمتیں نچھاور کر دیں، دنیا کو توحید کا سبق دیا، معصوم بچیوں کو زندہ دفن کرنے سے روکا۔ جس نے غریبوں اور مسکینوں کو سینے سے لگایا، اونٹوں کے چرواہوں کو نور ایمان سے منور کر کے قیصر وکسریٰ کے تخت پر بٹھایا، اعمال صالحہ کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا سلیقہ سکھایا۔

وہ کون تھا جو جیتا جاگتا، چلتا پھرتا قرآن تھا۔ جس کا ہر قول وعمل اللہ کی مرضی اور منشا کا ترجمان ونمائندہ تھا۔ وہ آیا تو دنیا کتنی پستی میں تھی اور جب رخصت ہوا تو یہ کن بلندیوں پر فائز ہو چکی تھی۔ ان تمام سوالات کے جوابات آپ کو اس کے اُسوہ حسنہ کی تاریخ میں ملیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اس ہستی کو اپنی رسالت کے لیے، اپنے احکام وپیغام کی رسائی کے لئے منتخب کیا اور ان کی تربیت فرمائی۔ زمانہ جاہلیت کی تمام آلائشوں، گندگیوں سے حفاظت فرمائی اور وہ نبی اس مقام پر پہنچا کہ اپنی قوم کا سب سے افضل اور اخلاقی اعتبار سے سب سے احسن، نسب عالی کے اعتبار سے سب سے محترم ومکرم، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ، سب سے بڑا سچا اور امین قرار پایا۔ قوم جس کا نام نہیں لیتی بلکہ امین کہتی تھی۔ جس کی جوانی پاک وصاف، بے داغ تھی۔ جب اس خاتون نے جسے دنیا خدیجہ کے بجائے 'طاہرہ' کہتی تھی، اس جوان کے حسن اخلاق کو دیکھا، اس کے حسب ونسب کو دیکھا، پاکدامنی وامانت کو دیکھا اور غلام "میسرہ" نے ان کے عجائب کو بیان کیا تو اس سے شادی کے لئے تیار وراضی ہوگئی۔

ایسا نبی جس کی سیرت انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں اور معاملات کا احاطہ کرتی ہے۔ کوئی بھی شخص یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اس کے لیے سیرت نبوی میں کوئی رہنمائی نہیں ملتی ہے۔ آج کا انسان اگر چاند کیا آسمان پر بھی پہنچ جائے پھر بھی اسے سیرت رسول ہی سے روشنی ورہنمائی ملتی رہے گی۔

آپ کی سیرت کا دوسرا امتیازی پہلو جامعیت ہے۔ تاریخ عالم میں ایسی جامعیت، باریک بینی اور لطافت کے ساتھ کسی کی سیرت جمع نہیں کی گئی۔

سیرت جمع کرنے والے نے آپ کی تمام سنتوں کو، صفات ومعمولات کو، اداؤں کو، چہرہ مبارک کے تاثرات کو، سونے میں نکلنے والی آواز کو، بعض اوقات تعجب اور انتباہ کے وقت زبان مُبارک سے نکلنے والے الفاظ کو یعنی اک اِک ادا محفوظ کر لیے ہیں۔

آپ کی ذات ایک ویڈیو فلم کی طرح ہمارے سامنے ہے۔ اس سراج منیر سے زندگی کے تمام شعبوں میں اور تاریک راہوں میں ہم روشنی حاصل کر کے اپنی دنیا و آخرت منور وروشن کر سکتے ہیں، رحمت الٰہی کے سزاوار ہو سکتے ہیں اور اپنے اعمال صالحہ کو حبط عمل (برباد ہونے) سے محفوظ کر سکتے ہیں۔

''وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ'' (آل عمران:132) "اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

''يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ'' (محمد:33) "اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو بیکار نہ بناؤ"

☆☆☆

مولانا عزیز احمد مدنی
استاذ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، نئی دہلی

افواہوں کے نقصانات اوران کا ازالہ شریعت کی روشنی میں

مذہب اسلام اور پیغمبرؐ اسلام نے اہل دنیا کو عموماً اور اپنے ماننے والوں کو خصوصاً بلند کردار، معالی اخلاق سے آراستہ وپیراستہ ہونے اور اس کو رواج دینے کی تعلیم دی ہے۔ اور سطحی اعمال واقوال اور رزائل اخلاق سے اجتناب اور دوری بنائے رکھنے کی تلقین کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے خود بلند اخلاق اور معیاری کردار کا نمونہ دنیا کو پیش کر کے دکھایا، اور زبان رسالت سے اس کا اظہار فرمایا: ''بعثت لأتمم مکارم الاخلاق'' (السلسلۃ الصحیحۃ: ۴۵)

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ آپ ﷺ کے اخلاق کیا ہیں تو جواب میں فرمایا: ''کان خلقہ القرآن'' یہ ایک معنی خیز اور بلیغ جواب تھا۔ چنانچہ کامل فکر ونظر اور تدبر سے بنظر غائر قرآن کریم کا مطالعہ کرنے والا شخص اس حقیقت سے بخوبی آشنا اور اس کا معترف ہو کر رہے گا۔ اس وحی الٰہی نے جابجا جمالیاتِ اخلاق اور اس کے محاسن کی ضوءفشانی کی ہے اور ایک صالح معاشرہ کی تشکیل اور اس کی تعمیر کے لیے رہنما خطوط مرتسم ومرتب کیا ہے۔ طوال مفصل کی ایک مشہور سورت سورۃ الحجرات ہے جس میں اجتماعی ومعاشرتی زندگی کے لیے ایک جامع اخلاق کا دستور پیش کیا گیا ہے۔ اور ان تمام خرابیوں سے اجتناب کی تاکید وتلقین کی گئی ہے جو اجتماعی زندگی میں فتنہ وفساد، رنجش اور باہمی تعلقات کے بگاڑ کا موجب ہوتی ہیں۔ اور ایک مہذب معاشرہ کی تباہی وبربادی کا ناسور ہوتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے ارشادات وفرامین میں اجتماعی ومعاشرتی امور میں بہتری اور پختگی کی تلقین کی ہے۔ اور انسان کے جان ومال کے تحفظ واحترام کے ساتھ اس کی عزت وآبرو کو بھی محترم قرار دیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ''کل المسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ'' (صحیح ابن ماجہ: ۳۱۹۲)

تاہم جب ہم اپنے گردوپیش کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم بلا جھجک یہ اعتراف کرنے میں کوئی تامل نہیں کرتے کہ ان واضح تعلیمات، بلند پاکیزہ اور معیاری اخلاقیات کے باوجود فساد وبگاڑ کی تمام صورتیں اور عناصر ہماری سوسائٹی اور کمیونٹی میں بڑی تیزی سے سرایت کر گئی ہیں۔ عوام تو عوام رہے، ان قباحتوں سے خواص کے دامن بھی لت پت ہو گئے۔ جھوٹ، غیبت، حسد، خیانت، عیاری، بہتان وافتراپردازی، عیب جوئی ونکتہ چینی، تحقیر وتذلیل، بے حرمتی وبے عزتی وغیرہ وہ کون سی قباحت وخرابی ہے جس میں ابتلاء عام نہ ہوں۔ بڑا افسوس ہوتا ہے جب خواص اہل علم سے اس طرح کی حرکتیں بار بار سرزد ہوتی رہتی ہیں اور بزعم خویش وہ اصلاح کے نام پر ایسے بازاری اسلوب اور الفاظ کا انتخاب کر بیٹھتے ہیں جس سے عوام الناس کا طبقہ بھی ان سے بدظن ہو جاتا ہے وہ خود کو اس کی نگاہ میں بے وقعت کر لیتے ہیں اور اہل علم کی جماعت کی بے وقعتی اور رسوائی کا سبب بنتے ہیں۔ اور انتہائی افسوس اس وقت ہوتا ہے جب ایسے افراد منہج سلف کی اتباع اور اس کے علمبردار ہونے کا دم بھرتے اور دعویداری کرنے لگتے ہیں جبکہ سلف اور منہج سلف ایسے اسالیب، الفاظ اور افکار سے بالکل بری ہیں۔

افواہ، معنی و مفہوم اور اس کی قباحت:

کسی بھی معاشرہ اور سوسائٹی میں پائی جانے والی بدامنی، کمزوری اور عدم استحکام کے اسباب میں سے مذکورہ بالا قباحتوں کے سوا ایک بڑی قباحت افواہ بھی ہے۔ عربی زبان میں اسے شائعۃ اور شائعات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ''افواہ'' عربی زبان کا لفظ ہے، فوہ کی جمع ہے، عربی میں مذکر اور اردو میں مونث مستعمل ہے۔ افواہ: بازاری خبر، بے اصل بات، اڑتی خبر، مشتبہ خبریں اور گپ وغیرہ کو کہا جاتا ہے۔ (فیروز اللغات)

افواہوں کا چلن ماضی میں بھی رہا ہے اور موجودہ وقت میں بہت زیادہ ہے۔ ذرائع ابلاغ کی وسعت اور سائنس وٹکنالوجی کی غیر معمولی ترقی نے جہاں معلومات کی فراہمی اور ماضی وحال کے علمی وادبی اور فکری سرمایے کی حصولیابی کو آسان بنا دیا ہے، وہیں اس نے جھوٹی خبروں اور افواہوں کی تشہیر کو بھی بہت سہل اور آسان کر دیا ہے۔ جھوٹ غلط غیبت وتہمت اور افتراپردازی کی ایسی وسیع اور ہمہ گیر صورتیں پیدا ہو گئی ہیں جس کا ماضی میں تصور نہ تھا۔ منفی اور تخریبی ذہن کے حامل افراد ان جدید وسائل کی مدد سے اپنے حریف ومعاند اور مدمقابل کے خلاف جی بھر کر بھڑاس نکالتے ہیں اور آزادانہ طور پر بے پرواہ ہو کر اس پر کیچڑ اچھالنے کو اپنی فراست اور مہارت تامہ سمجھتے ہیں اور اس طرح دانستہ وغیر دانستہ طور پر اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔

افواہ کی خطرناکی ایک سرسری جائزہ:

اسلامی تاریخ پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلامی معاشرے میں یہود ومنافقین نے ہمیشہ جھوٹی خبروں، افواہوں کے ذریعہ اضطراب وبے چینی پیدا کرنے، مقدس وپاکباز نفوس کو متہم وداغدار کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ آپسی منافرت پھیلانے کے وہ درپے رہے۔ اس کے لیے انہوں نے ہر حربہ کا استعمال کیا، ذہنی ونفسیاتی طور پر زک پہونچانے کی کوشش کی۔ غزوہ بنی المصطلق سے واپسی پر عبداللہ بن ابی کا مہاجرین کو مدینہ سے اخراج کی دھمکی دینا، ایک بھری مجلس

میں رسول کی شان میں گستاخانہ کلمات ''الیک عنی، فواللہ لقد آذانی نتن حمارک'' (مسلم:۱۷۹۹) استعمال کرنا اور خوشگوار ماحول کو پراگندہ کرنا، نیز ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عفت وعصمت کی بابت افک کا مشہور واقعہ اور داستان یہ ان منافقین کی کارستانیاں ہیں جس نے آپ ﷺ اور صحابہ کرام کو ذہنی وقلبی اذیت میں مبتلا کررکھا۔ غزوہ تبوک کے موقع پر قرآن کریم نے ان منافقین کی خفیہ تخریبی پالیسیوں کا پردہ چاک کیا اور یہ صراحت کردی کہ اگر منافقین اس مہم میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوتے تو ان کے مابین فتنے پیدا کرتے اور دشمن کی طاقت وقوت کے قصے گھڑ کر مسلمانوں کو خوفزدہ کرتے، انہیں غلط مشورے دے کر ان میں انتشار کا باعث بنتے''لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاْ اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ'' (التوبہ:۴۷)

علی وعثمان رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں ان یہود اور منافقین کا یہی شیوہ رہا کہ انہوں نے جھوٹی، بے بنیاد باتوں، خبروں اور افواہوں کے ذریعہ معمولی واقعات کو بڑی جنگوں میں تبدیل کردیا۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اہل مغرب ویوروپ کی عداوت کوئی نئی بات نہیں، جھوٹ اور افواہ کی تشہیر میں انہیں جو مہارت حاصل ہے وہ کسی قوم سے مخفی نہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ خراب کرنے، پیغمبر اسلام اور قوانین اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں کرنے، بے سروپا جھوٹ تخلیق کرنے اور افواہوں کی شکل میں اس کی ترویج کرنے کی کوشش صدیوں سے کررہے ہیں اور اس میں بڑی حد تک کامیاب بھی ہیں، اس سلسلے میں سب سے زیادہ منفی رول مغربی میڈیا کا رہا ہے۔ اس کا بنیادی طریقہ یہ ہے کہ کسی جھوٹ کو اسلام اور مسلمانوں کے سرمنڈھ دیا جائے اور پھر اتنی کثرت اور تواتر سے اس کی تشہیر کی جائے کہ وہ سچ معلوم ہونے لگے۔ اس کی واضح مثال اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ دہشت گردی کے لیبل کا چسپاں کرنے کا پروپیگنڈہ ہے۔ میڈیا نے اس غلط الزام اور دروغ کو اتنی ہوا دی اور ایسی افواہ اڑائی کہ پورے عالم میں مسلمانوں کو دہشت گردی سے جوڑ کر دیکھا جانے لگا۔ حتی کہ لوگ یہ باور کرنے لگے کہ اسلام دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے اور ہر مسلمان دہشت گرد ہوتا ہے۔ نائن الیون کو ورلڈ ٹاور کے واقعہ سے اس میں مزید آگ لگادی گئی، حد یہ ہوگئی کہ چند اہل سیاست کی بولیاں کچھ یوں بدل گئیں'' کہ دہشت گردی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا لیکن ہر مسلمان دہشت گرد ہوتا ہے''۔ اس طرح اسلاموفوبیا کی سازش کے تحت اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت کا بازار گرم کیا گیا اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔

افواہ طرازی اسباب و مقاصد اور شرعی نقطہ نظر:

افواہ طرازی ایک مذموم حرکت ہے۔ افواہ اور اس کی اشاعت میں غیبت، تہمت، بدظنی وبدگمانی، جھوٹ ودروغ گوئی، حقد وحسد، رقابت ومعاندت، کبر وغرور اور نخوت، خیانت وبددیانتی، کردارکشی، تحقیر وتذلیل وغیرہ تمام خرابیوں اور برائیوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ یہ تمام معائب ونقائص ہیں جو افواہ سازی کا باعث وسبب ہوتے ہیں نیز یہ کسی بھی صالح معاشرہ کو گھن کی طرح چاٹ کھا کر ختم کردیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے ان تمام بداخلاقیات پر قدغن لگائی ہے۔ اور ایک مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ حسن ظن کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم وتلقین کی ہے۔ غیبت، بہتان، بدگمانی، تجسس اور عیب جوئی پر بندش لگادی ہے۔ اور اسے گناہ عظیم اور موجب سزا قرار دیا ہے۔ ''يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا'' (الحجرات:۱۲) اس طرح اس شریعت نے انسان کی مکمل حریت اور آزادی کو تسلیم کیا ہے۔ لیکن وہ اس حد تک کہ جب تک وہ کھلے عام بے حیائی کا ارتکاب نہ کرے یا دوسرے کو ایذا کا باعث نہ ہو، مغرب کی آزادی کی طرح نہیں کہ اس نے مطلق آزادی کا درس دے کر لوگوں کو فساد عام کی اجازت دیدی جس سے معاشرے کا امن وسکون برباد ہوگیا۔ (احسن البیان، ص:۱۴۶۰)

اسی طرح آپسی اختلاف، لڑائی جھگڑے، تکرار، مختلف افراد وطبقات اور جماعات میں نفرت وحقارت کی بیج اور دوری کی بنیاد جھوٹی خبریں، افواہیں غیر مصدقہ باتیں ہوتی ہیں۔ جو فساد معاشرہ وسماج کا موجب ہوتی ہیں۔ اسی لیے قرآن حکیم نے اس سرچشمہ اختلاف کو بند کرنے اور بلا ثبوت اور تحقیق کے کسی بات اور خبر کو قبول نہ کرنے کی تلقین کی ہے تاکہ بعد میں کسی پشیمانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ ارشاد باری تعالی ہے:''يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ''(الحجرات:۶)

اس آیت میں ایک اہم اصول بیان کیا گیا ہے۔ جس کی انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر نہایت اہمیت ہے۔ ہر فرد، ادارہ، اور حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس کے پاس جو بھی خبر یا اطلاع آئے بالخصوص بدکردار، فاسق اور مفسد قسم کے لوگوں کی طرف سے تو پہلے اس کی تحقیق کی جائے تاکہ غلط فہمی میں کسی کے خلاف کوئی کارروائی نہ ہو۔ (احسن البیان، ص:۱۴۵۷)

اسی طرح سماج اور معاشرہ میں بے چینی، خوف وہراس، اضطراب اور بے اطمینانی کا بڑا سبب افواہیں ہیں۔ افواہ اڑانا کسی بات کو بلا تحقیق اور غور وفکر کے نشر کردینا قرآن کریم کی نگاہ میں غیر پسندیدہ عمل ہے اور منافقین نیز غیر محتاط لوگوں کا شیوہ ہے۔''وَاِذَا جَاۗءَھُمْ اَمْرٌ'' مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْھُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا'' (النساء:۸۳) میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اگر خبر سن کر از خود تشہیر کرنے کے بجائے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا ذمہ دار اصحاب رسول ﷺ تک پہنچا دیتے تو وہ اس پر غور وخوض کرکے پہلے یہ فیصلہ کرتے کہ آیا یہ خبر صحیح ہے یا غلط، اگر صحیح ہے تو اس کی

اشاعت کرنی چاہئے یانہیں، مسلمانوں کا اس سے باخبر ہونا مفید ہے یا بے خبر رہنا نفع ہے۔خبر قابل اشاعت ہوتی تو نشر کرتے ورنہ روک دیتے۔ یہ اصول عام حالات میں بڑے اہم اور نہایت مفید ہیں لیکن خاص حالات میں تو اس کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔ لہٰذا اجتماعی زندگی میں اس ہدایت پر عمل نہایت ضروری ہے ورنہ اجتماعی زندگی کو بے حد نقصانات پہونچ سکتے ہیں۔(تفسیر محمد عبدہ الفلاح،ص:۱۱۰) جس کا مشاہدہ ہم اپنی اجتماعی اور جماعتی زندگی میں کررہے ہیں اور کف افسوس ملنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

افواہیں، فواحش ومنکرات کا ایک حصہ ہیں، فاحشہ کے معنی بے حیائی کے ہیں۔ قرآن کریم نے بدکاری کو بھی فاحشہ قرار دیا ہے۔سورۃ النور میں بدکاری کی جھوٹی خبر کی اشاعت کو اللہ تعالیٰ نے بے حیائی سے تعبیر کیا ہے۔اور دنیا وآخرت میں اسے عذاب الیم کا باعث قرار دیا ہے۔''اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَاللّٰهُ یَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ'' (النور:۱۹) اس آیت کریمہ سے بے حیائی کے بارے میں اسلام کے مزاج اور اللہ تعالیٰ کی منشا کا اندازہ ہوتا ہے کہ محض بے حیائی کی ایک جھوٹی خبر کی اشاعت عنداللہ اتنا بڑا جرم ہے۔تو جولوگ رات دن ایک مسلم معاشرے میں اخبارات، ٹی وی، فلموں، ڈراموں اور سوشل سائٹس کے ذریعہ بے حیائی پھیلا رہے ہیں اور گھر گھر پہونچا رہے ہیں اللہ کے یہاں یہ لوگ کتنے بڑے مجرم ہیں اور ان کا تعاون کرنے والے افراد و ملازمین کیوں کر اشاعت فاحشہ کے جرم سے بری الذمہ قرار پائیں گے۔فواحش و منکرات کی اشاعت کے تمام وسائل وذرائع اس میں داخل وشامل ہیں کاش مسلمان اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور اس بے حیائی کے طوفان کو روکنے کی حتی المقدور سعی کریں۔(احسن البیان،۹۴۹)

افواہوں سے نمٹنے کا نبوی اسلوب اور تدابیر:

سابقہ سطور میں گذر چکا ہے کہ عہد نبوت میں منافقین اور یہود مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے، ان کی عزیمت کو کمزور اور تار تار کرنے، لوگوں کو حق سے باز رکھنے، رسول واصحاب رسول کو زک پہونچانے کے ہمیشہ درپے رہتے، اس کے لیے وہ جھوٹی خبروں اور افواہوں کا سہارا لیتے بلکہ ایسی خبروں کی اشاعت کا وہ مرکز ہوتے تھے۔کبھی کبھی مسلمان بھی ان کے فریب میں آکر غلط فہمیوں کا شکار ہوجاتے۔لیکن جب ایسی اور دیگر کسی طرح کی باتیں، خبریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتی تو آپ ﷺ نہایت خوش اسلوبی سے اس کا ازالہ اور علاج فرماتے اور ان سے نمٹنے کے لیے ذیل کے مختلف اسلوب اپناتے۔

۱۔ استفسار اور وضاحت طلبی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب بھی آپ کو کوئی خبر موصول ہوتی تو آپ اس کی وضاحت طلب فرماتے اور یوں گویا ہوتے'' ما بال فلان یقولون كذا و كذا''، ''ما حديث بلغني عنكم''جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت ہے۔تقسیم مال غنیمت کی بابت بعض انصار میں یہ چہ میگوئیاں ہوئیں ان کی طرف سے یوں باتیں ہوئیں۔''يغفر الله لرسول الله يعطي قريشا ويترك الأنصار وسيوفنا تقطر من دمائهم'' تو پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کی وضاحت طلب کی اور غلط فہمی کا ازالہ فرمایا، انصار نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی رضامندی کا کھل کر اظہار کیا۔(صحیح بخاری: ج۳۱۴۷)

۲۔ نقل اخبار کی ممانعت: افواہ اور خبریں نقل کرنے سے آپ ﷺ منع فرماتے خواہ وہ خبریں صادق ہی کیوں نہ ہو۔کیوں کہ ہر سچی بات کا نقل کرنا، درست اور ضروری نہیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:''لا يبلغني أحد من اصحابي عن أحد شيئا فاني احب ان اخرج اليكم وانا سليم الصدر'' (سنن ابی داؤد) میرے اصحاب کی کوئی بات مجھے نہ بتائی جائے میں چاہتا ہوں کہ میں تمہارے پاس آؤں اور میرا سینہ صاف ودرست ہو۔

۳۔ بعض متاثرین کا دفاع اور ان کی طرف سے اعتذار: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی خبروں سے متاثرین کا دفاع فرماتے اور ان کی طرف سے اعتذار اور صفائی پیش فرماتے۔جیسا کہ ابن جمیل، خالد بن الولید اور عباس بن المطلب کے بارے میں زکوۃ کی عدم ادائیگی کی بابت خبر پہونچی تو آپ ﷺ نے عباس اور خالد رضی اللہ عنہما کا دفاع کیا اور ابن جمیل پر تعریض فرمائی۔(ملاحظہ ہو صحیح بخاری:۱۴۶۸ وصحیح مسلم:۹۸۳)

٤۔ افواہوں پر دھیان نہ دینا اور صبر وثبات کا مظاہرہ کرنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اڑتی خبروں پر کان نہیں دھرتے بلکہ صبر وثبات کا مظاہرہ فرماتے۔حق کی نشر واشاعت اور خلقت کو دین کی وضاحت فرماتے رہتے۔جبکہ آپ کے اردگرد افواہوں اور سازشوں کا گھیرا ہوتا پھر بھی اپنے مشن میں گامزن رہتے۔

٥۔ افواہ پر توقف کرنا فوری اقدام نہ کرنا: آپ ﷺ کسی خبر یا افواہ پر فوری اقدام نہیں کرتے بلکہ توقف فرماتے۔اصحاب الرائے ذی فہم اور پختہ عقل وشعور کے مالک افراد سے مشورہ کرتے اور نتیجہ اخذ کرتے۔افک کا مشہور واقعہ اس کی بڑی دلیل ہے۔یہ منافقین کی رچی ہوئی ایک خطرناک سازش تھی۔

٦۔ افواہوں اور پیش آمدہ مسائل پر سنجیدگی اور توازن برقرار رکھنا: ایسے مواقع پر آپ ﷺ سنجیدگی کا مظاہرہ فرماتے توازن اور متانت قائم رکھتے جیسا کہ افک کے موقع پر آپ ﷺ نے اس کا نمونہ پیش فرمایا جبکہ ایسے حالات میں عموماً آدمی اپنے جذبات اور تصرفات پر قابو نہیں رکھ پاتا اور توازن کھو بیٹھتا ہے۔

۷۔ افواہ کی تردید اور عقدی امور کی اصلاح کرنا:

آپ ﷺ کبھی افواہ واشاعات کی تردید فرماتے اور عقدی خلفیات کی تصحیح فرماتے جیسا کہ ایک خبر شائع ہوئی کہ کسوف شمس آپ ﷺ کے بیٹے ابراہیم کی وفات

کے سبب ہوا تو آپ ﷺ نے اس کی تردید فرمائی کہ کسوف شمس یا خسوف قمر کا تعلق کسی کی موت وحیات سے نہیں بلکہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

۸۔ ذرائع افواہ کا سد باب کرنا: آپ ﷺ کبھی کبھی بعض اعمال ترک فرمادیتے تاکہ باطل کی زبان خاموش ہوجائے اور افواہوں کا بازار سرد یا ختم ہوجائے۔ یہ آپ ﷺ کی کمال حکمت تھی۔ منافقین کے ساتھ آپ کا تعامل اسی بات کی غمازی کرتا ہے۔ ان کی شرارتوں، خیانتوں پر انہیں سزا نہیں دیتے تھے تاکہ یہ افواہ نہ پھیلے۔ ''ان محمدا یقتل اصحابه'' (ملخص از مقال: التعامل مع الاشاعات من خلال السنة النبوية، اسلام ویب۔ نٹ)

افواہوں کے نقصانات سے بچاؤ کیسے؟ شریعت اسلامیہ نے افواہوں اور اس کے خطرات ونقصانات سے افراد ومجتمع کو بچانے کے لیے کچھ رہنما خطوط اور اصول بتائے ہیں جس پر عمل آوری کے ذریعہ اس کے خطرات اور گناہوں سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔ ان میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

☆ افواہوں کی بنیاد عموما دروغ گوئی، اختلاق اور افتراپردازی پر ہوتی ہے۔ یہ عمل شریعت کی نگاہ میں بڑا قبیح جرم ہے۔ یہ موصل فجور اور موصل جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ جھوٹوں کو ہدایت نصیب نہیں فرماتا، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ ''کبرت خیانة ان تحدث اخاک حدیثا ھو لک به مصدق وانت له به کاذب'' (ابوداؤد:۴۹۷۱) یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات کہو وہ تمہیں سچا سمجھے حالانکہ تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو۔

☆ افواہیں عموما غیبت کو شامل ہوتی ہیں۔ غیبت کیا ہے؟ ''ذکرک اخاک بما یکرہ، فان لم یکن ذاک فیه فقد بهته'' اپنے بھائی کی ایسی بات کا ذکر دوسروں سے کرنا جسے وہ ناپسند کرے غیبت ہے۔ اور اگر وہ اس میں نہ ہو تو اس پر بہتان ہے۔ یہ دونوں خصلتیں شریعت کی نگاہ میں مذموم ومعتوب ہیں۔

☆ افواہ کا دارومدار عموما ظن وتخمین پر ہوتا ہے۔ ایک مسلمان کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ وہ کسی بات یا خبر کو اسی وقت نقل کرے جب وہ موثوق ہو اور اس کی حقیقت وصحت کا علم ویقین ہو۔

☆ غلط اور جھوٹی باتوں کا نقل کرنا اس کی اشاعت کرنا اور ایسے بیانات واخبار کو رواج دینا جس کے مکذوب ہونے کا یقین ہے شرعا ناجائز، حرام اور گناہ ہے۔ ''کفی بالمرء اثما ان یحدث بکل ما سمع'' (سنن ابی داؤد:۴۹۹۲)

☆ غیر معتبر باتوں اور افواہوں کو نقل کرنے کے بجائے اس پر خاموشی اختیار کی جائے، اسے نظر انداز کرکے اس پر روک یا پردہ ڈالنے کی کوشش کی جائے۔ اس طرح یہ افواہیں خود ہی دفن ہوجائیں گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ'' (النور:۱۶)

☆ خفت وفضیحت اور بدنامی ورسوائی کی باتیں، صورتیں جو بھی ہوں انہیں بیان کرنے سے گریز کیا جائے اور نشر کرنے سے باز رہا جائے ایک مسلمان پر پردہ پوشی کرنا اسلامی اخلاق وعادات میں سے ہے۔ رسول ﷺ کا ارشاد ہے۔ ''من ستر مسلما سترہ الله فی الدنیا والآخرة'' (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۶۷۲)

☆ کوئی خبر پہونچے اس کی معلومات میں تضاد ہو، حقائق سے بھٹکا یا جارہا ہو تو ایسے حالات میں اس کے اصلی مصدر ومقام پر پہونچنے کی کوشش ہونی چاہئے تاکہ سیاق وسباق سے اس کی حقیقت اور صحیح معلومات کی گہرائی تک رسائی ہوسکے۔

☆ افواہ کو رواج دینے والوں، تلفیق کلام کرنے والوں کو مزید موقع نہ دے کر حقائق اور درست معلومات کی روشنی میں ان کا سامنا کیا جائے اور ہوا کا رخ موڑنے بلکہ اس کا قلع قمع کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

☆ تحقیق وتنقیح، فہم وادراک اور استنتاج کا ملکہ پایا جانا ضروری ہے۔ ذکر کیا جاتا ہے کہ افک کے موقع سے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کی خبر جب ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو لگی تو انہوں نے اپنی شریک حیات کو مخاطب کر کے پوچھا ''یا ام ایوب لو انک مکان عائشة أکنت فاعلة ؟ قالت : لا، واللہ، ما کنت فاعلة. قال: فوالله، عائشة خیر منک'' (رواہ اسحاق بن راہویہ فی مسندہ) ابوایوب انصاریؓ نے جو افواہ تہمت سنی اسے تنقیح وتنقید کی کسوٹی اور میزان پر رکھا اور پرکھا، اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ تہمت ام المومنین کی شان سے کوسوں پرے ہے۔ اور صحابی رسول صفوان بن معطلؓ کے اخلاق واوصاف سے قطعا ایسی جرأت اور حرکت کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

☆ کسی بھی شخص مسلم کے تئیں جب کوئی غلط خبر اور نامناسب بات سننے میں آئے تو سب سے پہلے اس کی بابت حسن ظن کا معاملہ کیا جائے۔ اور خیر کا گمان کیا جائے۔ اور اپنے ذہن ودماغ اور قلب کو اس کے تئیں صاف ستھرا رکھا جائے جیسا کہ سورۃ النور میں اللہ تعالیٰ نے افواہوں پر دلچسپی لینے والوں کی سرزنش کی ہے اور ان پر عتاب کیا ہے۔ فرمایا: لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ'' (النور:۱۲) ''وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ'' (النور:۱۶) (ملخص از اسلام والشائعات، اسلام اون لائن نٹ)

عصر حاضر میں مسلمانوں اور اہل ایمان کی یہی شان ہونی چاہئے اس طرح مذکورہ خطوط اور اصول پر عمل پیرا ہوکر افواہوں اور غلط باتوں کے گناہ اور نقصانات سے بچا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم اہل اسلام کو صحیح فکر ونظر عطاء فرمائے اور اس پرفتن دور میں ملت اسلامیہ کی اپنے فضل سے حفاظت فرمائے اور سربلندی نصیب فرمائے۔ آمین

☆☆☆

نمونہ فارم مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

دفتر
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

۴۱۱۶، اہل حدیث منزل، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۔ ٦
فون: ۲۳۲۷۳۴۰۷

مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کمیٹی
فارم درخواست مقابلۂ تجوید وحفظ وتفسیر قرآن کریم
سال: ۱۴۴۳ھ-۲۰۲۲ء

۱- پاسپورٹ سائز کے تازہ فوٹو چار عدد۔ ایک چپکائیں ۳ ساتھ میں روانہ کریں۔
۲- چپکائے گئے فوٹو پرادارے کی مہر ضرور لگوائیں۔

(فارم صاف ستھرے لفظوں میں پُر کریں)

نام:..........................ولدیت:..........................لقب:..........................پیشہ:..........................
مقام عمل:..........................تاریخ پیدائش: (تاریخ، مہینہ اور سال کی وضاحت کے ساتھ) ہندسوں میں:..........................لفظوں میں:..........................
مسلک تعلیمی اسناد:..........................مراسلت کا مکمل پتہ اردو میں (مع پن کوڈ):..........................
فون:..........................مراسلت کا مکمل پتہ انگریزی میں (مع پن کوڈ):..........................فون:..........................
مقابلہ کے لیے بھیجنے والی تنظیم/ادارہ کا نام وپتہ:..........................
(تصدیق نامہ، تنظیم/ادارہ کے مطبوعہ لیٹر ہیڈ پر سربراہ ادارہ کے دستخط ومہر کے ساتھ منسلک کریں)..........................
کیا اس سے قبل کسی ملکی یا غیر ملکی قرآنی مقابلہ میں شرکت کی ہے؟ اگر ہاں تو اس کی تفصیل:..........................
گزشتہ مسابقہ کے جس زمرے میں شریک ہوئے تھے اس کی وضاحت:..........................
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اس مقابلۂ قرأت کے کس زمرے میں شرکت چاہتے ہیں؟:

۱-مکمل حفظ قرآن	۲:-بیس پارے	۳:-دس پارے
۴:-پانچ پارے	۵:-ناظرہ قرآن کامل	٦:-ترجمہ وتفسیر کا تحریری امتحان

اگر بیس یا دس یا پانچ پاروں کے حفظ میں حصہ لینا ہے تو ان پاروں کی وضاحت:..........................
آپ کس اصولِ قرأت کے مطابق تلاوت کریں گے؟ حفص/ورش/قالون/الدوریا (منتخب کردہ روایت کی نشان دہی کریں)..........................
کیا آپ کا پاسپورٹ تیار ہے؟ اگر ہاں تو اس کی فوٹو کاپی لازماً منسلک کیجئے اور پاسپورٹ نمبر لکھئے:..........................

اقرارنامہ:

مندرجہ بالا معلومات میرے علم ویقین کے مطابق بالکل درست ہیں۔ میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقابلۂ قرأت کے قواعد وضوابط کی پابندی کروں گا اور اس کے ہر فیصلہ کو قطعی اور آخری تسلیم کروں گا۔

امیدوار کا نام:..........................دستخط:..........................تاریخ:..........................

تصدیق نامہ (نامزد کرنے والے تعلیمی ادارے یا مسلم تنظیم کے کسی ذمہ دار کا)

میں مذکورہ بالا طالب علم امیدوار کی تصدیق کرتا ہوں:
نام:..........................منصب:..........................تصدیق کنندہ کے دستخط:..........................تاریخ:..........................

برائے دفتری امور

۱- یہ درخواست مؤرخہ..........................کو موصول ہوئی۔
وصول کنندہ کے دستخط:..........................
۲- برائے زمرہ:..........................۳- درخواست منظور/نامنظور:..........................
۴- نامنظوری کی وجہ:..........................
دستخط سکریٹری مقابلہ کمیٹی:..........................

سارى انسانيت كى هدايت ورهنمائى اور اصلاح اور الله تعالىٰ كے آخرى پيغام قرآن مجيد سے رشته مضبوط كرنے كے ليے

مركزى جمعيت اهل حديث هند كے زيراهتمام اپنى نوعيت كا منفرد

انیسواں کل ہند مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

بتاريخ 11-12 جون 2022 بمطابق 11-12 ذى القعده 1443ھ بروز هفته، اتوار

بمقام: D-254، اهل حديث كمپليكس، ابوالفضل انكليو، نيو دهلى، 25

رجسٹريشن كى آخرى تاريخ: 6 جون 2022ء

اغراض ومقاصد

☆مسلمانوں کوزندگی کے تمام امور میں قرآنی تعلیمات پرعمل پیراہونے کی ترغیب دینا☆ قرآن کریم کی تلاوت، تجوید وحفظ، اس کے معانی وتفسیر پرفکروتدبر میں دلچسپی پیدا کرنا☆

☆مسلمان بچوں میں قرآن کریم کی تلاوت وحفظ کا شوق پیدا کرنا ☆امت کوکتاب الٰہی سے وابستہ کرکے دنیاوآخرت میں فوز وفلاح سے ہمکنار کرنا☆

☆ حفاظ وقراء کی حوصلہ افزائی نیز مدارس میں فن تجوید پرمزید توجہ کی راہ ہموار کرنا☆

خصوصیات

● ہزاروں روپے کے نقد انعامات ● حوصلہ افزائی کے لیے بھی متعدد ومختلف النوع انعامات ● ممتاز حفاظ وقراء کے لیے بین الاقوامی مقابلہ قرآن میں نامزدگی کا امکان ●

● ملک بھر میں ۲۵ سال سے کم عمر کے حفاظ وقراء وطلباء کے لیے نادرونایاب موقعہ

مقابلے كے زمرے

اول: حفظ قرآن کریم کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	دوم: حفظ قرآن کریم بیس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
سوم: حفظ قرآن کریم دس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	چہارم: حفظِ قرآن کریم پانچ پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
پنجم: ناظرہ تلاوت قرآن کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	ششم: سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق کے ترجمے اور تفسیر کا تحریری امتحان

ترجمہ وتفسیر (سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق) کا تحریری امتحان بتاریخ ۱۱رجون ۲۰۲۲ء بروز ہفتہ بمقام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی منعقد ہوگا اوراس کا پرچہ سوالات مصحف مطبوع مجمع الملک فہد ۱۴۱۷ھ ترجمہ مولانا جوناگڑھیؒ کی روشنی میں تیار کیا جائے گا۔ ☆امیدوار کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ مقررہ پاروں کا حافظ ہواور احکام تجوید وقرأت سے بھی واقف ہو، احکام تجوید کے سوالات کا عملاً جواب دے سکے، قرأتِ سبعہ میں سے کسی ایک قرأت کے مطابق تلاوت کرے، جس کا واضح اندراج فارم داخلہ میں کرنا لازمی ہے۔ ☆ایک قاری کوصرف ایک ہی زمرہ میں شرکت کی اجازت ہوگی۔

اهم وضاحت: اگرکسی زمرے کے لیے پانچ سے کم امیدوار اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی پہنچے تو مرکزی جمعیت اس زمرے کا مقابلہ منعقد کرنے سے معذور ہوگی۔

شرائط شرکت مسابقہ

❶ مقابلہ میں شرکت کی درخواست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقررہ فارم پر ہی دی جائے گی۔(ناگزیر حالات میں مقررہ فارم کی فوٹو کاپی استعمال کی جاسکتی ہے) ❷ شرکت کے متمنی قاری کی عمر ۲۵ سال سے زائد نہ ہو ❸ امیدوار کا شمار ملک کے مشہور پیشہ ور قراء میں نہ ہوتا ہو۔ ❹ اس سے پہلے وہ کسی بین الاقوامی مقابلۂ حفظ وقرأت میں حصہ نہ لے چکا ہو ❺ مرکزی جمعیت کے کسی مقابلے کے شریک قاری کو اس زمرے میں یا اس سے نیچے کے زمرے میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی جس میں وہ پہلے بھی حصہ لے چکا ہو۔ ❻ مقابلے میں شرکت کی مکمل درخواست، انعقاد مقابلہ سے چار روز قبل دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو موصول ہونا لازمی ہے بصورت دیگر درخواست رد کردی جائے گی ❼ حفظ قرآن اور تجوید واحکام کی قابل قبول سند یا تصدیق نامہ کی فوٹو کاپی درخواست کے ساتھ منسلک ہو اور اصل اپنے ساتھ لائے۔ ❽ مقابلے میں شرکت کی نامزدگی کسی دینی تعلیمی ادارے یا معروف مسلم تنظیم کی جانب سے ہونی چاہیے ❾ اصولِ تجوید وقرأت سے ناواقف امیدوار کو مقابلے سے خارج کردیا جائے گا۔

☆ زمرۂ پنجم (ناظرہ قرآن مکمل) میں حفظ کررہے طلبہ کو شرکت کی اجازت نہ ہوگی۔

ان شاء اللہ نقدانعامات کے علاوہ دیگر انعامات بھی دیئے جائیں گے
نیز دیگر شرکاء کے لیے بھی کچھ تشجیعی انعامات ہوں گے۔

عام وضروری شرائط

(۱) مقابلے کی شرائط اور درخواست فارم بذات خود ڈاک ٹکٹ بھیج کر دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے طلب کئے جاسکتے ہیں۔ نیز صوبائی جمعیات کے دفاتر سے بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

(۲) اس مقابلے میں شرکت کے امیدوار اپنے جملہ اخراجات سفر کے ذمہ دار خود ہوں گے۔

(۳) امیدواروں کے دوروزہ قیام وطعام کا بندوبست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی جانب سے کیا جائے گا بشرطیکہ اس کی اطلاع چار روز قبل مرکزی جمعیت کو مل چکی ہو۔

(۴) قیام گاہ جانے سے قبل اپنی آمد کا اندراج لازماً مکمل کرائیں۔ موسم کے مطابق بستر ساتھ لائیں۔ جمعیت اس سلسلے میں تعاون سے معذور رہے گی۔

(۵) نابینا امیدوار کے ہمراہ آنے والے ایک صاحب کی ضیافت کی ذمہ داری بھی مرکزی جمعیت قبول کرے گی۔

(۶) قواعد وضوابط اور فارم میں مذکورہ شرائط کی تکمیل کرنے والے امیدوار ہی شرکت کے مجاز ہوں گے۔

ملاحظہ: اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے ناظم مقابلہ کمیٹی سے ہر روز (علاوہ اتوار) شام ۴/بجے سے ۶/بجے تک بذریعہ فون یا شخصی طور پر رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

درخواست فارم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی ویب سائٹ www.ahlehadees.org پر دستیاب ہے شرکت کے خواہشمند طلبا اسے فری ڈاؤن لوڈ کرسکتے ہیں۔

ضروری معلومات نیز فارم حاصل کرنے کے لیے فوراً رابطہ قائم کریں

مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کمیٹی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۶

فون: 011-23273407 ای میل: jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

خوشحال زندگی گذارنے کے چند اسباب (۲)

مولانا محمد محب اللہ بن محمد سیف الدین محمدی، ندوی

شیخ عبد الرحمٰن السعدی رحمہ اللہ نے فرحت بخش زندگی گزارنے کے چند اسباب بتائے ہیں ان کو یہاں پیش کرتے ہیں۔

1۔ایمان اور عمل صالح، اگر انسان کے اندر یہ دوصفات ہوں یعنی مؤمن بھی ہو اور نیک اعمال بھی کرتا ہو تو اس کی زندگی میں چین وسکون اطمینان وراحت ہوگا، وہ خوش وخرم زندگی گزارے گا اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا"مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً‌ ۚ وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ (سورۃ النحل:۹۷)

2۔مخلوق پر احسان کرنا قول وفعل اور خیر و بھلائی ومعروف کے ذریعہ، یعنی خدمت خلق کرنا، انسانوں کا بلاتمیز مذہب وملت کے مدد کرنا، غریبوں پر رحم کھانا، خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنا وغیرہ وغیرہ۔

3۔اپنے آپ کو مشغول رکھنا خیر وبھلائی کے کاموں میں، عبادات میں، حصول علم میں، مطالعہ، مذاکرہ ومدارسۃ القرآن، یا کسی نفع بخش، سودمند کام میں ہمہ وقت مصروف ومشغول رہنا، منہمک رہنا، اس لئے کہ جب آپ اپنے آپ کو مصروف کرلیں گے تو آپ کا دل ودماغ اسی میں کام کرے گا، اور افسوس اور قلق وغم والی چیز آپ سے دور رہے گی۔

4۔اپنا پورا فکر وسوچ حال وحاضر، ابھی کے، اور آج کے کاموں میں جٹا دینا، اور مستقبل وکل کی فکر سے اپنے آپ کو فارغ کرلینا یا ماضی کے غمناک واندوہناک خسارہ وحادثہ کو یکسر بھول جانا، انہیں حاشیہ ذہن تک بھی نہ لانا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"المومن القوی خیر وأحب الی الله من المؤمن الضعیف وفی کل خیر، احرص علی ما ینفعک واستعن بالله ولا تعجزن وان أصابک شئی فلا تقل لو أنی فعلت کان کذا وکذا ولکن قل قدر الله وما شاء فعل فان لو تفتح عمل الشیطان (رواہ مسلم 2665)

5۔اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرنا، اللہ کے ذکر وفکر میں رطب اللسان رہنا، مسنون وماثور دعاؤں کا اہتمام کرنا، اسلئے کہ رب تعالیٰ کے ذکر سے اطمینان قلب وانشراح صدر ہوتا ہے، اور ھم وغم قلق واضطراب کا خاتمہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُهُمۡ بِذِكۡرِ اللّٰهِ‌ ؕ اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ (سورۃ الرعد ۲۸)

6۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن ظاہری وباطنی نعمتوں وعنایتوں سے نوازا ہے ان کو بیان کرنا اسلئے کہ ان کے ذکر ومعرفت سے اللہ تعالیٰ غموں کو دور کرتا ہے، اور بندے کو شکر ورضا پر ابھارتا ہے۔

7۔آپ کو کتنی ہی بڑی مصیبت پہنچی ہو آپ اسے سب سے چھوٹا حقیر سمجھئے، اور اگر آپ کو غم ہو تو غم دور کرتے رہئے۔

8۔اطمینان قلب وراحت خاطر کے لئے ایک بڑا سبب اپنے دل کو مضبوط رکھنا، اور برے خیالات، گندہ افکار، اوہام وسوسہ، شش وپنج، کیا ہوگا، نہیں ہوگا، اگر مگر وغیرہ میں مبتلا نہ ہونا۔

9 توکل علی اللہ، بھروسہ واعتماد، اللہ تعالیٰ ہی کو کافی شافی وافی منعم معطی واہب وغیرہ جاننا، وَمَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ (سورۃ الطلاق ۳)

10 مقارنہ ومقابلہ کرنا، ناپنا تولنا، یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن نعمتوں سے نوازا ہے اس کا مقارنہ آپ کو لاحق ضرر ومکروہ ومصیبت سے کیجئے، آپ دونوں کے درمیان مقارنہ کیجئے۔

11۔اگر آپ کو لوگوں سے تکلیف پہنچ رہی ہے ان کی بری باتوں کے ذریعے (مثلاً، استہزا، مذاق، ہمز ولمز وغیرہ)، تو حقیقت یہ ہے کہ آپ اپنے نفس کو اس میں مشغول ہی نہ کیجئے، آپ اپنے مشاعر واحساسات پر قابو پایئے، آپ دیکھیں گے کہ ان کی یہ حرکتیں انھیں کے لئے اذیت کے باعث ہوں گے، آپ کو کسی طرح کا کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔

12۔حزن وملال اور غم وفکر کو دور کرنے کا ایک نفع بخش طریقہ یہ بھی ہے کہ آپ صرف اللہ سے ہی شکر کی توفیق طلب کیجئے، آپ اپنے نفس کا اللہ کی شکر ادا کرنے کا خوگر بنائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خاص لوگوں کے سلسلے میں فرمایا اِنَّمَا نُطۡعِمُكُمۡ لِوَجۡهِ اللّٰهِ لَا نُرِيۡدُ مِنۡكُمۡ جَزَآءً وَّلَا شُكُوۡرًا (سورۃ الانسان ۹)

13۔آپ کے ذمہ جو بھی کام ہو، آپ کی جو بھی مشغولیت ہو کوشش کریں کہ اس کام سے جلد ہی فارغ ہوجائیں یا مکمل کرلیں، اور مستقبل کو فارغ کرلیں، اور اپنے آپ کو مضرت رساں چیزوں کی طرف ہرگز ملتفت نہ کریں، اسی طرح اہم کاموں کو ترجیح دیں، سب سے پہلے سب سے ضروری کام کو کریں پھر دوسرے اس سے کم تر اہم اشغال کی طرف متوجہ ہوں، یعنی الاھم فالاھم کا فارمولہ اپنائے۔

(ترجمانی من کتاب، تفسیر الجزء الأخیر من القرآن الکریم ومعہ تفسیر وآیۃ الکرسی ویلیہ ۳۷ موضوعا من أھم ما یحتاج الی المسلم فی دینہ ودنیاہ صفحہ نمبر ۷ تا ۸)

مصیبت وپریشانی کے وقت مذکورہ دعاؤں کا اہتمام کریں۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ [الانبیاء: 87]"الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے، بیشک میں ظالموں میں سے ہوگیا"۔

سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں یہ دعاء پڑھتے تھے اور یہ ایسی دعا ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان شخص اسے پڑھ کر دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا"[سنن الترمذی رقم 3505 واسنادہ صحیح]

حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ[التوبۃ:129]

''میرے لیے اللہ کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔''

''ابوالدرداء رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے صبح وشام سات مرتبہ یہ کلمات کہے اللہ تعالی اس کی دنیا وآخرت کی پریشانیوں کے لئے کافی ہوجائے گا''[عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص:67 ورجالہ ثقات]

یہ روایت موقوفا اور مرسلا بھی مروی ہے اکثر محققین نے اسے حسن کہا ہے لیکن علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے[الضعیفہ 5286]

علامہ البانی رحمہ اللہ کی بات ہی اقرب الی الصواب ہے۔ لیکن یہی الفاظ قرآن میں دعاء کے سیاق میں وارد ہیں اس لئے انہیں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بہتر ہے۔ واللہ اعلم۔

اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ [الانبیاء:83]''مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبیؐ پریشانی کی حالت میں یہ دعا پڑھتے تھے''[صحیح البخاری: ج8 ص75 رقم 6346]

اللھم انی اعوذبک من الھم والحزن والعجز والکسل والبخل والجبن وضلع الدین وغلبۃ الرجال

''اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں غم والم سے، عاجزی وکمزوری سے اور بخل سے اور بزدلی سے اور قرض کے بوجھ سے اور انسانوں کے غلبہ سے''

''انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ کثرت سے یہ دعا پڑھا کرتے تھے''[صحیح البخاری: ج8 ص78 رقم 6363]

انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم أجرنی فی مصیبتی وأخلف لی خیرا منھا

''ہم سب اللہ کے لئے ہیں، اور ہم سب اسی کی طرف جانے والے ہیں، یا اللہ! مجھے اس مصیبت کا ثواب دے اور اس کے بدلہ میں اس سے اچھی عنایت فرما''

''ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو بھی کوئی مصیبت لاحق ہوئی اور اس نے یہ کلمات پڑھے تو اللہ تعالی اسے نعم البدل عطاء فرمائے گا''[صحیح مسلم: ج2 ص631 رقم 918]

یا حی یا قیوم برحمتک استغیث ''اے زندہ اور ہمیشہ رہنے والے! تیری رحمت کے وسیلے سے تیری مدد چاہتا ہوں''

''انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کو جب سخت تکلیف وپریشانی کا معاملہ درپیش ہوتا تو آپ یہ دعاء پڑھتے تھے''[سنن الترمذی: ج5 ص539 رقم 3524 حسن بالشواہد وحسن الالبانی]

اللھم رحمتک أرجو فلا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین واصلح لی شانی کلہ لا الہ الا أنت

''اے اللہ! میں تیری ہی رحمت چاہتا ہوں، تو مجھے ایک لمحہ بھی نظر انداز نہ کر، اور میرے تمام کام درست فرمادے، تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے''

''ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: پریشان حال شخص کے لئے یہ دعاء ہے''[سنن ابن داؤد: ج4 ص805 رقم 5090 واسنادہ حسن وحسن الالبانی، جعفر بن میمون حسن الحدیث علی الراجح]

اللہ اللہ ربی ولا أشرک بہ شیئا

''اللہ ہی میرا رب ہے، میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا''

''اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے نبیؐ نے مجھے دکھ اور پریشانی کی حالت میں یہ دعاء پڑھنے کے لئے کہا''[سنن ابی داود: ج2 ص87 رقم 1525 واسنادہ صحیح وصحح الالبانی]

اللھم انی عبدک ابن عبدک ابن امتک ناصیتی بیدک ماض فی حکمک، عدل فی قضاؤک، اسالک بکل اسم ھو لک سمیت بہ نفسک أو علمتہ احدا من خلقک أو انزلتہ فی کتابک أو استاثرت بہ فی علم الغیب عندک أن تجعل القرآن ربیع قلبی ونور صدری وجلاء حزنی وذھاب ھمی

"اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، اور تیرے بندے اور باندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، میری ذات پر تیرا ہی کا حکم چلتا ہے، میری ذات کے متعلق تیرا فیصلہ سراپا عدل وانصاف ہے، میں تجھے تیرے ہر اس نام کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ جو تو نے اپنے لیے خود تجویز کیا، یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو وہ نام سکھایا، یا اپنی کتاب میں نازل فرمایا، یا اپنے پاس علم غیب میں ہی اسے محفوظ رکھا، کہ تو قرآن کریم کو میرے دل کی بہار، سینے کا نور، غموں کیلئے باعث کشادگی اور پریشانیوں کیلئے دوری کا ذریعہ بنادے۔

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو جب بھی کوئی مصیبت اور غم لاحق ہو اور وہ یہ کلمات پڑھ لے تو اللہ تعالی اس کی مصیبت وغم کو دور فرمادے گا اور اس کی جگہ خوشی عطاء فرمائے گا''[مسند احمد: ج6 ص246 رقم 3712 واسنادہ صحیح وصحح الالبانی]

اللھم لا سھل الا ما جعلتہ سھلا وأنت تجعل الحزن اذا شئت سھلا. ''اے اللہ! کوئی کام آسان نہیں مگر وہی جسے تو آسان کردے، اور تو مشکل کام جب چاہے آسان کردیتا ہے۔'''' الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہ پریشانی کی حالت کی دعاء ہے''[صحیح ابن حبان (احسان) 3/ 255 رقم 974 واسنادہ صحیح علی شرط مسلم وابن السنی رقم 351 واللفظ لہ) اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سبھی کو فرحت بخش زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے ظاہر وباطن درست فرمائے، مصیبت ٹینشن ڈپریشن وغیرہ سے دور رکھے، آمین

☆☆☆

رکعات تراویح کی تعداد علمائے احناف کی نظر میں

مولانا محمد فاروق محمد الیاس سلفی
استاد المعہد الاسلامی السلفی رچھا

محترم قارئین! تقرب الٰہی کے حصول کے لئے رمضان المبارک کے مہینے میں جو عظیم اور اہم ترین نفلی عبادات خصوصیت کے ساتھ انجام دئے جاتے ہیں ان میں ایک اہم عبادت نماز تراویح کی ادائیگی بھی ہے جسے قیام اللیل، قیام رمضان، صلاۃ اللیل اور تہجد بھی کہا جاتا ہے۔ یہ سب ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں عموماً رمضان میں اس کو تراویح اور قیام رمضان کہا جاتا ہے جبکہ غیر رمضان میں اسے تہجد یا قیام اللیل سے موسوم کیا جاتا ہے۔ بعض لوگ صلاۃ تراویح اور تہجد کے مابین فرق بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تہجد پورے سال پڑھنے کی نماز ہے اور تراویح رمضان المبارک کے ساتھ خاص ہے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے جیسا کہ گزشتہ سطور میں ذکر کیا گیا ہے کہ چاہے تہجد ہو یا تراویح، قیام اللیل ہو یا قیام رمضان سب ایک ہی نماز کے متعدد نام ہیں۔ اگر تراویح اور تہجد مختلف نمازیں ہوتیں تو رمضان میں انکا الگ الگ پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتا بایں طور کہ آپ رمضان میں تراویح کی نماز ادا کرنے کے بعد تہجد کی نماز بھی ادا کرتے لیکن احادیث کے ذخائر میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ لہٰذا تراویح اور تہجد میں کوئی فرق نہیں ہے۔

محترم قارئین! شریعت اسلامیہ میں نماز تراویح کی بڑی فضیلت وارد ہے اسے تقرب الٰہی کا وسیلہ، مومن کے درجات بلند ہونے، برائیوں کے خاتمے۔ گناہوں سے دور رہنے اور صغیرہ گناہوں کے کفارے کا ذریعہ بتلایا گیا ہے۔ صحیح احادیث کی روشنی میں نماز تراویح کی مسنون تعداد وتر سمیت گیارہ رکعات بتلائی گئی ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ”ما کان رسول اللہ یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احد عشرۃ رکعۃ“۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان ہو یا غیر رمضان گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے (صحیح بخاری: 1147، صحیح مسلم: 738) ”عن جابر بن عبداللہ قال صلی بنا رسول اللہ فی رمضان ثمان رکعات والوتر“ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رمضان میں آٹھ رکعات (تراویح) اور وتر پڑھائی۔ ”عن سائب بن یزید انہ قال: امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب و تمیما الداری ان یقوما للناس باحدیٰ عشرۃ رکعۃ“۔ حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اُبی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعات تراویح پڑھایا کریں۔ (موطا امام مالک، باب ماجاء فی قیام رمضان۔ السنن الکبریٰ للبیہقی: 4616)

ان مذکورہ دلائل سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو نماز تراویح پڑھی ہے اس کی تعداد صرف اور صرف گیارہ رکعات ہے اس سے زیادہ ہرگز نہیں۔

محترم قارئین! رہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی (بیہقی ج 2/496 حدیث نمبر 4615) روایت ”کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر“۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت نماز (تراویح) اور وتر پڑھا کرتے تھے تو یہ روایت انتہائی ضعیف ہے حافظ ابن حجر، امام زیلعی، امام سیوطی اور عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہم اللہ نے سند میں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان راوی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اسے ضعیف قرار دیا ہے (فتح الباری ج 4/254، نصب الرایۃ ج 2/153، الحاوی للفتاوی ج 1/347، تحفۃ الاحوذی: ج 3/613)

رکعات تراویح اور علماء احناف: احادیث صحیحہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ آٹھ رکعت تراویح ہی سنت رسول ہے نبی کریم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس پر ہمیشہ عمل رہا ہے اب ہم اسی کی تائید میں حنفی مسلک کے چند کبار علماء کے اقوال پیش کر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(1) علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں: اگر آپ سوال کریں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نماز تراویح تین راتوں میں پڑھائی تھی اس میں تعداد کا ذکر نہیں تو میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رمضان میں وتر کے علاوہ آٹھ رکعات تراویح پڑھائی تھی۔ (عمدۃ القاری 3/597)۔

(2) شارح بخاری علامہ انور شاہ کشمیری حنفی لکھتے ہیں: ”لا مناص من

تسليم ان تراويحه عليه السلام كانت ثمانية ركعات ولم يثبت في رواية من الروايات انه عليه السلام صلى التراويح والتهجد علاحدة في رمضان بل طول التراويح وبين التراويح والتهجد في عهده عليه السلام لم يكن فرق في الركعات بل في الوقت والصفة" (العرف الشذی صفحہ 392،)

یعنی یہ تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعت تراویح پڑھی تھی کیونکہ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح اور تہجد رمضان میں علاحدہ علاحدہ پڑھی ہو بلکہ رکعات تراویح بوجہ قرات آپ طویل کرتے تھے اور تعداد رکعات تراویح وتہجد میں کوئی فرق نہ تھا یہاں تک کہ وقت اور طریقے میں بھی۔

(3) ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں: " ان التراويح في الاصل احدى عشرة ركعة فعله عليه السلام" ۔یعنی تراویح اصل میں گیارہ رکعات ہی ہیں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا ہے۔(مرقاۃ شرح مشکوۃ ج2/175)

(4) علامہ عبدالحیٔ حنفی لکھنوی نے اپنی تین کتابوں میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے آٹھ رکعات تراویح ہی کو سنت قرار دیا ہے۔(التعلیق الممجد علی موطا امام محمد :138، عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ ج 1/ 207، تحفۃ الاخیار : 28)

(5) علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں کہ: ان مقتضى الدليل كون المسنون منها ثمانية والباقي مستحبا ۔یعنی دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ آٹھ رکعات نماز تراویح سنت ہے باقی مستحب ہیں۔(ردالمختار شامی ج1/495)

(6) علامہ سید احمد حموی حنفی کا بیان ہے کہ:"ان النبي صلى الله عليه و سلم لم يصلها عشرين بل ثمانيا" (حاشیۃ الاشباہ والنظائر صفحہ 9) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (تراویح) بیس رکعت نہیں بلکہ آٹھ رکعات ہی پڑھی ہیں۔

(7) علامہ کمال ابن الہمام حنفی لکھتے ہیں: ان قيام رمضان سنة احدى عشرة ركعة بالوتر في جماعة فعله عليه السلام ۔یعنی رمضان کا قیام (تراویح) سنت ہے جو وتر سمیت گیارہ رکعات باجماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے۔

(مسک الختام ج1/ 288، فتح القدیر حاشیہ ھدایہ ج1/ 198)

(8)۔علامہ ابوالسعود حنفی لکھتے ہیں کہ:" لأن النبي صلى الله عليه و سلم لم يصلها عشرين بل ثمانيا" ۔(شرح کنز صفحہ 265 بحوالہ حدیث خیر وشر صفحہ 66) یعنی اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت نہیں پڑھی ہیں بلکہ صرف آٹھ رکعات پڑھی ہیں۔

(9)۔مولانا رشید احمد گنگوہی دیوبندی فرماتے ہیں: گیارہ رکعت تراویح (مع وتر) سرور عالمؐ سے ثابت وموکد ہے۔(رسالہ الحق الصریح صفحہ 22)۔

(10) علامہ طحطاوی حنفی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں: ان النبي صلى الله عليه وسلم لم يصلها عشرين بل ثمانيا ۔(طحطاوی حاشیہ درمختار ج1/ 295) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت تراویح نہیں پڑھی ہیں بلکہ صرف آٹھ رکعات ادا فرمائی ہیں۔

(11) علامہ محمد طاہر حنفی فرماتے ہیں: وما روى عنه ابن عباس رضي الله عنه كان يصلي عشرين واسناده ضعيف وقد عارضه حديث عائشة وهي اعلم وهو الصحيحين ۔(مجمع البحار ج2/ 77) یعنی بیس رکعت والی حدیث ابن عباسؓ ضعیف ہونے کے ساتھ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے معارض بھی ہے جو صحیحین میں ہے نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی نماز رات کا علم (ابن عباس سے) زیادہ رکھتی ہیں۔

(12) شیخ عبدالحق حنفی محدث دہلوی لکھتے ہیں: بیس رکعت کی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے جیسا کہ آج کل رواج پڑ گیا ہے مگر ہاں ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ہے اور وہ ضعیف ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث اس کے معارض ہے اور وہ حدیث صحیح ہے۔(فتح سر المنان بحوالہ حدیث خیر وشر صفحہ 64) شیخ عبد الحق حنفی محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی کتاب ماثبت بالسنۃ (ص:217) میں مزید فرماتے ہیں والصحيح ما روته عائشة انه صلى الله عليه وسلم صلى احدىٰ عشرة ركعة كماهو عادته في قيام الليل وروى انه كان بعض السلف في عهد عمر ابن عبد العزيز يصلون احدىٰ عشرة ركعة قصدا تشبيها برسول الله صلى الله عليه وسلم ۔یعنی صحیح حدیث وہ ہے جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے کہ آپ گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام اللیل کی عادت تھی اور روایت ہے کہ بعض سلف امیر المومنین عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد خلافت میں گیارہ رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے مشابہت پیدا کریں۔۔اس سے معلوم ہوا کہ شیخ صاحب رحمہ اللہ خود آٹھ رکعت تراویح کے قائل تھے اور سلف صالحین میں بھی یہ مشہور تھا کہ آٹھ رکعت تراویح سنت نبوی ہے۔

(13) مولوی محمد احسن نانوتوی حنفی لکھتے ہیں: لان النبي صلى الله عليه

وسلم لم یصلها عشرین بل ثمانیا ۔(حاشیہ کنز الدقائق صفحہ 36)اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت (تراویح) نہیں پڑھی ہیں بلکہ صرف آٹھ رکعت پڑھی ہیں۔

(14)مولانا زکریا حنفی کاندھلوی لکھتے ہیں: لا شک فی ان التحدید التراویح فی عشرین رکعة لم یثبت مرفوعا من النبی صلی اللہ علیہ و سلم بطریق صحیح علی اصول المحدثین ۔۔(اوجز المسالک شرح موطا امام مالک ،ج1/39)اس میں شک نہیں کہ تراویح میں بیس رکعت کی حد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محدثین کے اصولی طریقے پر مرفوعاً ثابت نہیں ہے۔

(15)محمد قاسم نانوتوی حنفی نے لکھا ہے: جیسا کہ آج کل بیس رکعات تراویح کو سنت بتایا جارہا ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ان کے حکم کے بموجب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر عمل رہا۔جیسا کہ بخاری شریف میں موجود ہے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے خوب واقف تھیں۔(فتح المنان تائید مذہب النعمان:327)

(16)شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے (تراویح کی) گیارہ رکعات ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔(مصفی شرح مؤطا مع مسوی ج1/177)(17)احمد علی سہارنپوری نے لکھا ہے: صحیح حدیث کی رو سے وتر سمیت نماز تراویح کی صرف گیارہ رکعات ہی ثابت ہیں (عین الھدایہ: 562، حاشیہ بخاری شریف ج/154)

محترم قارئین! رکعات تراویح کی صحیح تعداد آٹھ کے ثبوت میں ہم نے نمونے کے طور پر احناف کے سترہ جید اور کبار علماء کے اقوال تحریر کردئے ہیں جنھوں نے اپنی تحریر کے ذریعہ سے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ سنت رسول کے مطابق صحیح احادیث کی روشنی میں رکعات تراویح کی صحیح تعداد آٹھ ہی ہے اور اسی پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل بھی رہا ہے نیز بیس رکعات والی روایت ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل عمل نہیں ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ پروردگار تمام مسلمانوں کو سنت رسول کے مطابق نماز تراویح ادا کرنے کی توفیق دے اور قرآن وسنت کو حرز جان بنانے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱)وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲)وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کرسکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ’’جریدہ ترجمان‘‘(اُردو)، ماہنامہ ’’اصلاح سماج‘‘(ہندی)، نیز ماہنامہ ’’دی سمپل ٹروتھ‘‘(انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

الوداعی جمعہ کی شرعی حیثیت

ڈاکٹر محمد یوسف حافظ ابوطلحہ

رمضان المبارک کا آخری جمعہ الوداعی جمعہ کہلاتا ہے، یعنی رمضان کی رخصتی والا جمعہ، جو خصوصا برصغیر ہندو پاک میں کافی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے، بہت سارے لوگ اس جمعہ کے لئے خاص طور پر نئے کپڑے سلواتے ہیں، بہت سارے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس دن کے خاص احکام اور خاص عبادتیں ہیں، مخصوص سورتوں کے ساتھ نوافل پڑھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، بلکہ بعض لوگ اس دن قضائے عمری کی نیت سے نمازیں پڑھتے ہیں، اور خطباء حضرات خطبہ میں رمضان کے ختم ہونے پر مخصوص انداز میں حسرت وافسوس کا اظہار کرتے ہیں اور''**الوداع والفراق والسلام یا شهر رمضان**'' جیسے الفاظ کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں، وغیرہ وغیرہ

زیر نظر مقالہ میں اس کی شرعی حیثیت پر اجمالا پھر تفصیلا گفتگو ہوگی:

اجمالا عرض یہ ہے کہ الوداعی جمعہ اور اس میں انجام دیئے جانے والے خصوصی اعمال وعبادات کا ذکر نبی کریم ﷺ سے منقول ہی نہیں ہے، نہ صحیح سند سے، نہ ضعیف سند سے اور نہ ہی صحابہ کرام، تابعین واتباع تابعین سے منقول ہے، اور نہ ہی ائمہ مجتہدین سے بلکہ معتبر متاخرین محدثین وفقہاء کی کتابوں میں بھی اس کا ذکر نہیں ملتا ہے، تو کیا ایسا عمل ہوسکتا ہے؟ اس کو مزید سمجھنے کے لئے درج ذیل ضوابط کا سمجھنا ضروری ہے۔

(الف) اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت کے لئے قرآن نازل فرمایا اور اس کے بیان وو ضاحت کی ذمہ داری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اقوال وافعال اور تقریرات سے اس کی وضاحت فرمائی اور یہ دین مکمل ہوگیا، اب اس دین میں کسی نئی چیز کے اضافے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(ب) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس دین کو نبی کریم ﷺ سے سیکھا، عمل کیا، اور بعد والی نسلوں تک پہنچایا، لہذا جو عمل اس زمانے میں دین نہیں تھا آج وہ دین کا حصہ نہیں ہوسکتا ہے۔

(ج) اب اگر آج کے زمانے میں کوئی شخص ایسی عبادت کرتا ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے نہیں کیا تو عقلاً اس کی دو ہی صورت ہوسکتی ہے یا تو یہ کہا جائے کہ اس آدمی میں تمام صحابہ سے زیادہ نیکی کا جذبہ ہے اور وہ تمام صحابہ کرام سے زیادہ ہدایت والا ہے، یا یہ کہا جائے کہ ایسا عمل کرنے والا شخص گمراہی کا دروازہ کھول رہا ہے۔

اور کوئی بھی مسلمان یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ ایسا نیا عمل کرنے والا شخص تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے زیادہ ہدایت والا ہے تو پھر دوسری صورت بچتی ہے کہ ایسا عمل کرنے والا شخص گمراہی کا دروازہ کھول رہا ہے۔

گویا الوداعی جمعہ اور اس میں انجام دیئے جانے والے خصوصی اعمال وعبادات جب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زمانے میں دین کا حصہ نہیں تھے، لہٰذا وہ آج دین کا حصہ نہیں ہوسکتے ہیں۔

اور مشاہدہ کیا جاتا ہے جاتا ہے کہ ایسے اعمال کو اسلامی عبادت ثابت کرنے کے لئے جوڑ توڑ کر دلائل لانے کی کوشش کی جاتی ہے، اور توڑ مروڑ کر استدلال کیا جاتا ہے، تو یاد رکھئے کہ یہ جوڑ توڑ، یہ توڑ مروڑ اور یہ دور کی کوڑی خود اس بات کا اشارہ دیتے ہیں کہ یہ عمل اسلامی عبادت نہیں ہے، کیونکہ معتبر اسلامی عبادتوں کی مشروعیت کو ثابت کرنے کے لئے ان امور کی ضرورت نہیں پڑتی۔

اب آیئے تفصیلی گفتگو کی جائے، جو چند نکات پر مشتمل ہے:

جمعة الوداع کا نام: رمضان کے آخری جمعہ کو آج عرف عام میں جمعۃ الوداع اور الوداعی جمعہ کا جو نام دیا جاتا ہے، اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ البتہ جمعۃ الوداع منانے والے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح نبی کریم ﷺ کے آخری حج کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے اسی طرح رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو''جمعۃ الوداع'' قرار دیا جاسکتا ہے، لیکن یہ بات درج ذیل وجوہات کی بنیاد پر درست نہیں:

(الف) آپ ﷺ نے نبوت کے بعد سن دس ہجری میں پہلا اور آخری حج کیا، اس لئے اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ لیکن آپ کے آخری رمضان کے آخری جمعہ کو جمعۃ الوداع نہ آپ نے خود کہا نہ کسی صحابی نے نہ تابعی نے نہ متقدمین ومتاخرین فقہاء ومحدثین نے۔

(ب) حجۃ الوداع صرف آپ کے لئے حجۃ الوداع تھا، سیدنا ابوبکر وعمر، عثمان وعلی اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس کے بعد بھی حج کیا لہٰذا یہ ان کے حق میں حجۃ الوداع نہیں تھا۔

بایں ہمہ اگر مسئلہ صرف نام کی حد تک ہوتا تو اس کی گنجائش ہوسکتی تھی، مگر یہاں صرف نام کا مسئلہ نہیں، بلکہ نام کے ساتھ اس دن انجام دیئے جانے والے خصوصی اعمال وعبادات کا ہے جو شرعا ثابت ہی نہیں ہیں۔

الوداعی جمعہ کی خصوصی فضیلت: الوداعی جمعہ رمضان کے بقیہ دوسرے جمعے کی طرح ہے، اس کو کسی بھی طرح کی کوئی فضیلت

اورخصوصیت حاصل نہیں ہے، یہ جمعہ آخری عشرے میں آتا ہے اور آخری عشرے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں زیادہ ہی محنت کرتے تھے، اعتکاف کرتے اور راتوں میں عبادتوں کا اہتمام کرتے اور اس اہتمام کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آخری جمعہ کا کوئی خصوصی اہتمام اور کوئی خصوصی عبادت ثابت نہیں ہے، اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین واتباع تابعین اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ سے منقول ہے۔

خطبہ کے دوران باربار اظہار حسرت: رمضان کے ختم ہونے پر خطباء حضرات خطبہ کے دوران مخصوص انداز میں حسرت وافسوس کا اظہار کرتے ہیں اور بار بار کہتے ہیں'' **الوداع الوداع یا شهر رمضان الفراق الفراق السلام السلام یارمضان** '' اور ان ہی جیسے دیگر الفاظ وعبارات۔

جبکہ اس طرح اظہار حسرت وافسوس اور الوداعی کلمات پر مشتمل خطبات نبی کریم ﷺ سے منقول ہی نہیں ہیں، اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین واتباع تابعین اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ سے۔

بلکہ رمضان کے گزرنے پر اس مخصوص انداز میں افسوس کا اظہار خلاف سنت ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے سے افطار کرنے کو روزہ دار کے لئے خوشی کا موقع بتایا ہے، صحیح البخاری (۷۴۹۲) اور صحیح مسلم ۱۱۵۱ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**وللصائم فرحتان فرحة حين يفطر وفرحة حين يلقى ربه** '' روزہ دار کے لئے دوخوشیاں ہیں، ایک خوشی اس کو افطار کے وقت ہوتی ہے اور دوسری خوشی اس وقت ملے گی جب وہ اپنے رب سے ملے گا'' افطار کے وقت سے مراد روزانہ افطار کا وقت بھی ہوسکتا ہے، اور مکمل مہینے کا اختتام بھی ہوسکتا ہے، بہرحال دونوں وقتوں میں ایک روزہ دار عبادت کی تکمیل پر خوشی محسوس کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے ختم ہونے اور ربانی احکامات کو بجالانے کی خوشی میں اہل ایمان کو عیدالفطر کا تحفہ دیا ہے جو مسرت وشادمانی سے بھرا سالانہ تہوار ہے تو پھر رمضان کا مہینہ گزرنے پر افسوس کا اظہار کرنے کی کوئی شرعی وجہ نہیں۔

قرآن وسنت کے نصوص پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ عبادت کے اختتام پر کسی خاص کیفیت کا التزام کئے بغیر عبادت گزار کو شکر الٰہی استغفار اور قبولیت عمل کی دعا کا اہتمام کرنا چاہیے۔

ان امور کی قدرے وضاحت ذیل کی سطروں میں ملاحظہ فرمائیں:

(الف) اللہ تعالیٰ کا شکر: اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنا چاہیے کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے یہ مہینہ نصیب کیا، اور روزہ رکھنے اور دیگر عبادتوں کو انجام دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ توفیق اللہ کی عظیم نعمت ہے اور نعمت پر شکرادا کرنا اس میں زیادتی کا سبب ہوتا ہے۔ رب العالمین روزہ کی آیتوں کے اختتام میں فرماتا ہے۔ ''وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰئكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْن '' (البقرہ:۱۸۵) وہ چاہتا ہے کہ تم (رمضان کی) گنتی پوری کرلو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائی بیان کرو، اور تاکہ تم شکرادا کرسکو۔

ب) کوتاہیوں پر استغفار: عبادت کی ادائیگی میں جو کچھ کمی اور کوتاہی ہوئی ہے اس پر اللہ سے مغفرت طلب کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ متقیوں کی صفت بتاتے ہوئے فرماتا ہے۔ كَانُوْا قَلِيْلاً مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْن. وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْن (الذاریات:۱۷۔۱۸) یہ ایسے لوگ ہیں جو راتوں میں کم سوتے ہیں (یعنی رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزارتے ہیں) اور بوقت سحر اللہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور سنت نبوی ہے کہ آپ ﷺ فرض نمازوں کی ادائیگی کے بعد تین مرتبہ استغفار کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۹۳۵)

(ج) قبولیت عمل کی دعا: نیک عمل کرنے کے دوران اور کرنے کے بعد رب العالمین سے قبولیت عمل کی دعا کرنی چاہیے حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام خانہ کعبہ کی دیوار اٹھاتے ہوئے یہ دعا کرتے تھے''رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم '' (البقرہ:۱۲۷) ہمارے پروردگار! تو ہم سے قبول فرما، تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے'' اور بعض سلف سے منقول ہے کہ وہ چھ ماہ تک دعا کرتے تھے کہ رمضان میں کئے ہوئے اعمال کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے جیسا کہ قوام السنۃ ابوالقاسم اصبہانی نے الترغیب والترہیب (۱۷۶۱) میں معلیٰ بن الفضل کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

واضح رہے کہ ہماری گفتگو مخصوص انداز میں رائج الوداعی خطبہ پر ہے، خطیب کا لطیف عبارتوں میں رمضان کے ختم ہونے کا ذکر کرنا اور بقیہ ایام میں عبادت کی ترغیب دینا اس میں شامل نہیں ہے بلکہ یہ تو خطبہ کے محاسن میں سے ہے۔ واللہ اعلم

الوداعی جمعہ کے دن پڑھی جانے والی قضائے عمری: اس دن قضائے عمری کی نیت سے جو نماز پڑھی جاتی ہے وہ عقل ونقل کے خلاف ہے، اس کا ذکر قرآن وحدیث میں تو درکنار کسی فقہی مسلک کی معتبر کتابوں میں بھی نہیں ملتا، اور اس کا انجام نہایت خطرناک ہے، اس لئے کہ یہ لوگوں کے لئے نماز چھوڑنے کا راستہ ہموار کرتی ہے، کیوں کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی ساری ترک کردہ نمازوں کی تلافی الوداعی جمعہ کے دن ہوجائے گی، جبکہ نماز ایمان وکفر کے درمیان فرق کرنے والی عبادت ہے، اور جمہور اہل علم کا قول یہ ہے کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر بغیر کسی عذر کے نماز چھوڑتا ہے اور توبہ نہیں کرتا ہے تو وہ گردن زدنی کا حقدار ہے اور فتاوی عالمگیری (۲/۲۶۸) میں ہے: جو شخص صرف اور صرف رمضان میں نماز پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بذات خود بہت ہے کیونکہ رمضان کی ہر ایک نماز ستر نماز کے برابر ہے تو اسے کافر قرار دیا جائے گا۔ علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے ردع الاخوان عن آخر جمعۃ رمضان (ص۲۱۔۲۲) میں اس کی وضاحت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسے کافر قرار دیا جائے کیونکہ وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ رمضان کی ایک نماز ستر نمازوں کے برابر

حقیقی طور پر ہے، پس ایک نماز ستر نمازوں کے لئے کافی ہے، اور اپنے اس عقیدے کی وجہ سے جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہے، نہ کہ ثواب کی زیادتی کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے اسے کافر قرار دیا جائے گا۔ بلکہ یہ تو رب العالمین کا فضل وکرم ہے، پر ثواب کی زیادتی کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ایک نماز کئی نمازوں کے لئے کافی ہوجائے گی، اس پر علمائے امت کا اتفاق ہے۔

واضح رہے کہ مذکورہ قضائے عمری کے سلسلے میں بعض کتابوں میں بغیر کسی سند کے کچھ موضوع روایات ذکر کی جاتی ہیں، جیسے **من قضى صلاة من الفرائض في آخر جمعة من شهر رمضان كان ذلك جابرا لكل صلاة فائتة في عمره الى سبعين سنة** (یعنی جو رمضان کے آخری جمعہ میں فرائض میں سے ایک نماز قضا کرے گا تو یہ نماز اس کی زندگی میں ستر سال تک فوت ہونے والی نمازوں کا کفارہ ہوگی۔

یہ روایت موضوع ہے، کتب حدیث میں اس کا ذکر بھی نہیں ملتا، ملا علی قاری حنفیؒ نے الاسرار المرفوعة (رقم ۵۱۹) میں اسے باطل قرار دیا ہے اور واضح کیا ہے کہ یہ حدیث اجماع امت کے مخالف ہے، کیونکہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ایک عبادت کئی سالوں کی فوت شدہ عبادت کے قائم مقام نہیں ہوسکتی۔ اور علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے ردع الاخوان (۴۰-۶۲) میں اس روایت کو اور اس معنی کی کچھ اور روایتوں کا ذکر کیا ہے جو کتب اوراد و وظائف میں بے سروپا رواج پا چکی ہیں اور ان کے بطلان پر علماء کے اقوال کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی ہے۔

اکابر علمائے دیوبند کا موقف: جمعۃ الوداع میں رائج مختلف خصوصی اعمال وعبادات پر اکابر علمائے دیوبند نے قدغن لگائی ہے، مولانا رشید احمد گنگوہی نے فتاوی رشیدیہ (ص:۱۵۷، ۱۵۸) میں، مولانا اشرف علی تھانوی نے امداد الفتاوی (۳/ ۱۴۷-۱۴۹) میں مفتی دار العلوم دیوبند، مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی نے فتاوی دار العلوم دیوبند (۵/ ۵۳، ۷۸، ۸۱، ۹۹) میں مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نے فتاوی محمودیہ (۸/ ۲۹۵، ۲۹۶) میں اور مفتی محمد شفیع عثمانی نے امداد المفتین (ص:۳۴۴) میں مفتی محمد تقی عثمانی نے اصلاحی خطبات (۱۲/ ۶۷) میں اور مولانا شبیر احمد قاسمی نے فتاوی قاسمیہ (۹/ ۴۲۷-۴۳۳) میں اس کے غیر مشروع ہونے کا فتوی صادر کیا ہے اور بعض نے بدعت ہونے کی صراحت کی ہے۔

اس کے بدعت ہونے کا فتوی دار الافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کی ویب سائٹ (فتوی نمبر:143909200815) پر اور دار الافتاء دار العلوم دیوبند (فتوی نمبر 48405) کی ویب سائٹ پر بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں قرآن وحدیث کو صحابہ وتابعین کے نہج پر سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

☆☆☆

تاریخ ردقادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا25 جلدیں)

تاریخ اہل حدیث (1 تا9 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔110006

فون:011-23273407، فیکس:011-23246613

ڈاکٹر عبدالعلی ازہریؒ - ایک تعارف

مولانا اسعد اعظمی/جامعہ سلفیہ بنارس

چھٹی قسط

علمی کاموں سے دوری کی خلش: مسلم کالج لندن کی شکل میں آپ کو ایک میدان عمل تو ضرور مل گیا، لیکن آپ کی صلاحیتوں، تجربوں اور دل چسپیوں کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ میدان عمل بڑا ہی محدود اور قلیل الحجم تھا۔ نائیجیریا میں درس وتدریس کی مشغولیات کے ساتھ دعوت وتبلیغ، جمعہ کے خطبے، کچھ تحقیقی کام اور ایک بڑی یونیورسٹی کے اہم ڈپارٹمنٹ کی مشغولیات وغیرہ وغیرہ آپ کی افتاد طبیعت اور علمی ذوق وشوق سے خوب مناسبت رکھتی تھیں۔ الدارالسلفیہ کا خالص علمی ماحول اور بحث وتحقیق کی وسیع دنیا بھی آپ کے مزاج، میلان اور دل چسپیوں کے عین مطابق تھی۔ علم اور بحث وتحقیق کا میدان ایسا ہے کہ اس میں اترنے کے بعد اور اس عمل سے جڑنے کے بعد اس سے قطع تعلق کا تصور بھی تکلیف کا باعث بنتا ہے۔ اس عمل سے انسان کو ایسا عشق ہو جاتا ہے جس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اس کام میں اس کو وہ لذت ملتی ہے جس کے سامنے ساری لذتیں ہیچ ہیں۔

اس مناسبت سے مجھے ڈاکٹر محمد عمران اعظمی رحمہ اللہ (حیدرآباد) کی ایک تعبیر نہیں بھولتی جسے انھوں نے اپنے ایک عربی مضمون بعنوان "كيفية تحقيق المخطوطات" میں استعمال کی ہے۔ آپ نے تحقیق کے عمل سے اپنی طویل وابستگی اور اپنی بے انتہا دل چسپی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا کہ جو لذت مخطوطات کی تصحیح وتحقیق میں ملتی ہے وہ جنسی عمل میں بھی نہیں ملتی حالاں کہ امام شافعی کے بقول اس میں دنیا کی سب سے بڑی لذت ہے.....الخ۔ یہ الگ بات ہے کہ صوت الأمۃ (فروری ۲۰۱۲ء) میں اس مضمون کی اشاعت کے بعد مجلّہ کے ایک قاری نے آپ کی اس تعبیر پر اعتراض جتاتے ہوئے ایڈیٹر کو خط لکھا تھا اور اسے حد ادب سے متجاوز تعبیر گردانا تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے مسلم کالج لندن کی پیش کش اور اصرار پر بادل نخواستہ اسے جوائن تو ضرور کر لیا لیکن آپ کو اور ساتھ ہی دیگر علمی حلقوں کو یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ آپ کے علم وتحقیق کے عہد کا خاتمہ ہے، مسلم کالج کے دائرہ کار اور معیار میں اور آپ کی صلاحیتوں اور دل چسپیوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ لیکن آپ کے سامنے کوئی دوسرا متبادل بھی نہیں تھا۔ قحط الرجال کا رونا رونے والوں اور شکایتیں کرنے والوں کی آنکھوں کے سامنے ایک "مرد کار" قحط کا شکار تھا مگر ان کے کانوں پر جوں نہیں رینگی، اسے حالات کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا۔ یہ تلخ حقیقت ہے کہ ارباب اختیار صلاحیت والوں اور ہنرمندوں سے ہمیشہ خائف رہتے ہیں۔ اِلا ماشاء اللہ۔ وہ انہیں اپنے لیے ایک چیلنج کے طور پر دیکھتے ہیں اور ان سے دوری بنائے رکھنے میں ہی عافیت سمجھتے ہیں۔ اس کی وجوہات ہیں۔ تفصیل میں جانے سے ڈھیر سارے لوگوں کو اس آئینے میں اپنا چہرہ نظر آنے لگے گا۔ لیکن یہ تسلیم کرنے میں کسی کو تامل نہیں ہونا چاہیے کہ اس ذہنیت نے قوم وملت کو شدید نقصان اور زوال وانحطاط سے دوچار کیا ہے۔

عبدالعلی ازہری بلا شبہہ غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل انسان تھے۔ آپ کی صلاحیتوں سے ملت وجماعت کو بڑا فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ وہ چاہے بحث وتحقیق کا میدان ہو یا درس وتدریس کا، دعوت وتبلیغ کا عمل ہو یا ترجمہ وتصنیف کا.....ہر میدان کے لیے آپ فٹ تھے۔ لیکن افسوس:

"أضاعوني وأي فتى أضاعوا"

شیخ صلاح الدین مقبول حفظہ اللہ نے ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ کے تذکرے میں آپ کے ان ہی احساسات کی ترجمانی فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں:

"جو وہ (ڈاکٹر عبدالعلی) ایک مختصر مدت کے لیے الدارالسلفیہ ممبئی سے وابستہ ہو گئے تھے تو اس وقت استاذ گرامی ڈاکٹر (مقتدیٰ حسن) صاحب کو بڑی خوشی ہوئی تھی اور وہاں سے برطانیہ چلے جانے کا ان کو بہت غم تھا کہ "بحث وتحقیق کے میدان میں ایک عبقری شخص کو روکا نہ جاسکا۔" (افکار عالیہ مئو: ازہری نمبر، ص: ٦٣)

ڈاکٹر صاحب نے برطانیہ سے بھیجے گئے اپنے متعدد خطوط اور دیگر تحریروں میں علمی اور تحقیقی سرگرمیوں سے قطع تعلقی پر حسرت وافسوس کا اظہار کیا ہے اور اس کی وجوہات کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے۔ درحقیقت حوادث ایام نے آپ کے حوصلوں اور امنگوں کو تار تار کر دیا تھا۔ دوسری طرف وہ ماحول اور فضا میسر نہیں رہ گئی تھی جو اس طرح کے کاموں کے لیے سازگار ہوتی ہے۔ والد محترم کے نام آپ کے متفرق خطوط سے کچھ اقتباسات سطور ذیل میں نقل کیے جا رہے ہیں جن سے قارئین اس کرب والم کا اندازہ لگا سکتے ہیں جو علمی کاموں کے چھوٹ جانے سے آپ کو لاحق تھے:

ایک خط میں لکھتے ہیں: "آج کل میری مصروفیات کچھ بڑھ گئی ہیں، زیادہ تر ادھر ادھر کے کام ہی میں وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ یہاں پر کوئی علمی کام کرنا اب مشکل ہی نظر آتا ہے۔" (مکتوب ۱۰/۵/۱۹۹۱ء)

دوسرے خط میں مزید وضاحت اور صراحت سے حال دل کہہ دیا:

"دو تین مہینوں سے بڑی جلدی جلدی بیمار پڑا، لیکن اب تو میں عادی ہو چکا ہوں، اس سے زندگی کے نظام میں کوئی فرق نہیں پڑتا، صرف کچھ وقت چارپائی کی نذر ہو جاتا ہے۔ ویسے بھی یہاں کوئی مفید کام تو ہو نہیں رہا ہے، میرا زیادہ تر وقت کالج کے

اداراتی امور میں صرف ہوجاتا ہے، پھر ہفتہ میں چھ سات گھنٹے پڑھانے کا کام کرتا ہوں۔ اس طرح وقت گذر رہا ہے۔ اب کوئی لگن نہیں رہی، صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے۔ وقت گذر رہا ہے، بچوں کی تعلیم کے بارے میں فکر رہتی ہے لیکن وہ بھی آپ کی دعاؤں کی برکت سے بالکل ٹھیک چل رہی ہے۔''

اسی خط میں آخر میں لکھتے ہیں:

''.....بچوں کے اسکول چل رہے ہیں، زندگی کا پہیہ آگے کی طرف گھسٹ رہا ہے۔ بس دعاؤں میں یاد رکھیں.....'' (مکتوب ۱۸/۱۰/۱۹۹۳ء)

۲/۷/۱۹۹۴ء کے خط میں لکھتے ہیں:

''.....اب وہ علمی لگن نہیں رہی اور وجہ یہ ہوئی کہ کام کے مواقع نہیں رہے۔''

ایک اور سبب جس کی طرف آپ نے اپنے ایک مخلص رفیق عبدالقیوم کوڈیا (لکڑا والے) کے تعلق سے لکھے گئے اپنے مضمون میں اشارہ کیا ہے، اس سبب پر بھی سنجیدگی سے توجہ دینے کی ضرورت ہے:

''...وہ (عبدالقیوم بھائی) مجھ سے کام کرنے کو کہتے تھے: لکھو، لکھو، ان کا نعرہ تھا۔ اس زمانے میں میں نے ابن قیمؒ کی ''عدۃ الصابرین وذخیرۃ الشاکرین'' کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا، لیکن اس کی طباعت کا کوئی انتظام نہیں ہو پا رہا تھا جس سے میں بہت مایوس تھا۔ وہ جب بھی کہتے ''لکھو'' تو میرا جواب ہوتا کہ لکھ کر ذخیرہ کروں؟ وہ تسلی دیتے کہ اللہ تعالیٰ ضرور مدد کرے گا.....''

(افکار عالیہ مئو: اکتوبر- دسمبر ۲۰۱۶ء ص: ۴۴)

ڈاکٹر صاحب نے اس تحریر میں جس سبب کا تذکرہ کیا ہے وہ زیادہ ہی غور طلب اور لائق توجہ ہے۔ یہ کسی ایک فرد کی آپ بیتی یا شکوہ نہیں بلکہ عام اہل قلم اس صورت حال سے دوچار رہتے ہیں۔ وہ ایک طرف اپنی ملازمت اور محدود آمدنی سے زندگی کی گاڑی بمشکل کھینچتے ہیں تو دوسری طرف ملت وجماعت کی علمی ضرورتوں اور بحث وتحقیق کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لیے رضا کارانہ طور پر علمی خدمت کے لیے وقت اور محنت کی قربانی دیتے ہیں اور اپنا خون جگر جلا کر علم وفن کی آبیاری کرتے ہیں۔ صحافت، ترجمہ، تصنیف، تالیف، تحقیق، تلخیص، تشریح..... یہ کسی بنیے کی دوکان کے سامان نہیں ہیں جنھیں پیسہ سے جو چاہے خرید لے، یہ تو فکر ونظر کی ایک وسیع وعمیق دنیا کی خاک چھاننے اور دشت علم ومعرفت کی طویل سیاحی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ انھیں مال وزر سے تولنے کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا۔ ایک اسکالر شبانہ روز کی محنت کے بعد کسی علمی کام کی تکمیل کرتا ہے اور اس تکمیل پر فرحت وانبساط محسوس کرتا ہے تو دوسری طرف اس کی نشرواشاعت کے مسئلے کو لے کر متفکر بلکہ مضطرب ہوجاتا ہے۔ بیشتر حالات میں اسے شدید مایوسی کا سامنا ہوتا ہے جس کا ڈاکٹر صاحب کی اس تحریر میں شکوہ ہے۔ یہیں سے اس کے حوصلوں پر یاس وقنوط کی اوس پڑ جاتی ہے۔ وہ گوشۂ عافیت میں بیٹھ جانے کو ترجیح دیتا ہے۔ اور اس طرح قوم ایک ہنرمند اور تجربہ کار اسکالر کو کھو دیتی ہے۔

واللہ المستعان.

تنہائی کی وحشت: پردیس میں اور وہ بھی وطن سے بہت زیادہ دور ایک مغربی ملک میں خویش واقارب اور احباب واعزہ جن کے ساتھ فرصت کے کچھ لمحات گزارے جاسکیں ان کا بہم پہنچنا بہت مشکل یا نادر الوقوع شے ہے۔ دوسری طرف یہ انسانی فطرت ہے کہ روٹینی عمل سے وہ بیزاری اور اکتاہٹ محسوس کرنے لگتا ہے اور ذہن کی تازگی کے لیے اور ماحول کے تکدر کو دور کرنے کے لیے کچھ ہم مزاج اور ہم خیال دوستوں اور عزیزوں کے ساتھ وقت گزارتا ہے۔ ایسے افراد میسر نہ ہونے سے وہ نفسیاتی طور پر اضطراب کا شکار ہوتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب چھٹیوں کے ایام میں جب مئو میں ہوتے تو ایسے رفقاء واحباب کی ہمہ وقت صحبت میسر رہتی۔ ان کے علاوہ تعلیم وتعلم اور علمی وادارتی مشاغل سے وابستہ ارباب فکر ودانش بھی بکثرت آپ سے شرف ملاقات حاصل کرتے، آپ کے خیالات اور تجربات سے مستفید ہوتے، علمی پروگراموں کے لیے آپ کو مدعو کرتے، متعلقہ مسائل میں صلاح ومشورہ کرتے اور رہنمائی لیتے۔ اس طرح آپ کا پورا وقت شایان شان مشغولیت میں گذرتا اور کہیں سے بھی اکتاہٹ اور افسردگی کو در آنے کا موقع نہ ملتا۔ لیکن برطانیہ جیسے یوروپی ملک کی مشینی زندگی میں یہ سب کہاں ملنے والا تھا۔ جتنا بڑا اور جتنا ترقی یافتہ شہر ہوتا ہے وہاں کی زندگی بھی اتنی ہی مشغول اور اتنی ہی تھکا دینے والی ہوتی ہے۔ ایسے بڑے اور متمدن ملکوں اور شہروں میں زندگی کے مسائل اور تقاضے بھی وسیع تر ہوتے ہیں اور انسان مشین کی طرح کام کرنے کے باوجود ان مسائل اور تقاضوں سے نمٹ نہیں پاتا۔ دوسری طرف قناعت کا فقدان اور ''ھل من مزید'' کا رجحان بھی انسان سے چین وسکون چھین لیتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کو اپنے تدریسی اور ادارتی فرائض کی انجام دہی کے بعد احباب کے ساتھ فرصت کے کچھ لمحات گزارنے کی فطری طلب ہوتی جو اس دیار غیر میں عنقا تھے۔ یہاں تک کہ اپنے مقام اور رتبے سے تنازل کے بعد بھی ایسی رفاقت میسر ہوتی نظر نہ آتی۔ پھر فرق مراتب کو نظر انداز کرنے کے بعد بھی سوال یہ پیدا ہوتا کہ ایسی بے جوڑ رفاقت کی نباہ کی شکل کیا ہوسکتی ہے۔

والد گرامی کے نام اپنے ایک مکتوب میں ڈاکٹر صاحب اسی قسم کی صورت حال کا شکوہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''.....اصل میں افسردگی اس لیے طاری ہوتی ہے کہ اپنے معیار کا کوئی آدمی میسر نہیں، جس کے ساتھ بیٹھ کر کچھ دلچسپی کی باتیں ہوں۔ یہاں پر جو ساتھی ہیں وہ سب.....کے گروپ کے ہیں، بیچارے کھانے کمانے میں اس قدر مشغول ہیں کہ ان کو کسی اور کام کا موقع ہی نہیں ملتا۔ اور پھر ان کے ساتھ بیٹھ کر کیا باتیں کی جائیں..... یہاں پر میں آپ جیسا یا حکیم مولوی عبدالباقی جیسا تلاش کروں تو یہ میری حماقت ہے، لیکن روز کے معمول سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لیے ایک اس طرح کی بیٹھک

ضروری ہے۔'' (مکتوب ۲۰/۱۲/۱۹۹۳ء)

برطانیہ میں آپ کی دیگر علمی ودعوتی سرگرمیاں: ڈاکٹر صاحب حرکت وعمل کے آدمی تھے، ڈیوٹی پوری کرنے کے بعد سمٹ سمٹا کر گوشۂ عافیت میں بیٹھ جانا ان کو قطعاً پسند نہیں تھا، ان کی زندگی جہد مسلسل اور سعی پیہم سے عبارت تھی۔ برطانیہ میں کالج کی ذمہ داریوں اور گھریلو مصروفیات کے بعد خلق خدا کو فائدہ پہنچانے کے جو بھی امکانات تھے حتی الوسع انھیں بروئے کار لاتے۔ وہاں جن پلیٹ فارمز سے جڑ کر آپ نے علمی ودعوتی خدمات انجام دیں ان میں سے بعض کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس تفصیل میں جانے سے پہلے برطانیہ میں مسلمانوں کی تعداد اور صورت حال کے بارے میں سرسری جانکاری ضروری ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے مختلف تحریروں میں برطانیہ میں آباد مسلمانوں، ان کی تنظیموں، ان کے رہن سہن، ان کی دعوتی اور تعلیمی کوششوں وغیرہ پر بتفصیل گفتگو فرمائی ہے۔ اپنے مضمون ''برطانیہ میں رمضان'' کی ابتدا میں آپ لکھتے ہیں:

''ابھی حال ہی میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ میں برطانیہ میں مسلمانوں کی تعداد پندرہ لاکھ کے قریب بتائی گئی ہے، صحیح تعداد کا پتہ اس لیے نہیں لگتا کہ ملک کے اندر مردم شماری کے فارم میں مذہب کا خانہ نہیں ہے۔ پندرہ لاکھ کا اندازہ بہت محتاط ہے، ویسے مسلمان ہمیشہ اپنی تعداد بڑھا کر بتاتے ہیں، ان کے اندازے کے مطابق برطانیہ میں بیس سے تیس لاکھ تک مسلمان آباد ہیں اور کچھ لوگ تو اسے بڑھا کر چالیس تک پہنچانے کی کوشش بھی کرتے ہیں......

مسلمانوں کو جو مذہبی آزادی برطانیہ میں حاصل ہے وہ یورپ کے دوسرے ملکوں میں نہیں، بلکہ یہ آزادی بیشتر مسلم ممالک میں بھی موجود نہیں ہے۔ مسلمان اپنے دینی فرائض بلا کسی روک ٹوک کے پوری آزادی کے ساتھ ادا کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ امن عامہ میں مخل نہ ہوں، اس لیے رمضان میں یہاں بڑا روحانی سماں رہتا ہے.....''

(محدث بنارس: جنوری ۱۹۹۸ء ص: ۱۲-۱۳)

ایک دوسرے مضمون بعنوان ''برطانیہ میں مسلمان'' میں لکھتے ہیں:

''موسم گرما آتے ہی برطانیہ میں چہل پہل شروع ہو جاتی ہے، سبھی تنظیمیں اپنی سرگرمیاں تیز کر دیتی ہیں، دنیا کے چاروں کونے سے اور خاص طور پر برصغیر سے فن کاروں اور دینی وسماجی تنظیموں کے سربرآوردہ ذمہ داروں اور رضا کاروں کا ہجوم لندن کی طرف روانہ ہو جاتا ہے......

.....دینی پروگراموں میں سے اہم پروگرام سالانہ اجتماع ہوتا ہے جسے سالانہ کانفرنس، علمی سیمینار، حدیث کانفرنس، دعوت کانفرنس، توحید وسنت کانفرنس، عظمت مصطفیٰ کانفرنس وغیرہ کا نام دیا جاتا ہے۔ کانفرنس میں کوئی علمی تحقیق یا ریسرچ پر مشتمل کوئی مقالہ نہیں پیش کیا جاتا بلکہ تقریریں ہوتی ہیں اور ان میں بھی خطابت اور طرز بیان کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ چونکہ مسلمانوں میں جہالت عام ہے جس سے مقررین فائدہ اٹھاتے ہیں اور کبھی گرج کر، کبھی گا کر اور کبھی من گھڑت افسانے سنا کر سامعین سے داد وصول کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مقررین کی اکثریت سامعین سے داد دینے کا مطالبہ کرتی ہے، بالکل مشاعروں کا سماں ہوتا ہے۔ کچھ مقررین ہندستان اور پاکستان سے بلائے جاتے ہیں۔ ہر تنظیم کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس کا اجلاس یا کانفرنس زیادہ کامیاب ہو، کامیاب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں زیادہ لوگ شرکت کریں۔'' (محدث بنارس: ستمبر ۱۹۹۸ء ص: ۱۶-۱۷)

اس کے علاوہ بھی آپ نے اپنی تحریروں میں یورپ میں بالعموم اور برطانیہ میں بالخصوص اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے تجزیہ پیش کیا ہے۔ رمضان اور عیدین کے مواقع پر رؤیت ہلال کے مسئلے میں اختلاف، برطانیہ میں رمضان اور عیدین کا منظر، مذہبی جلسے جلوس، مذہبی تنظیموں کی بدنظمی، مسلکی کشاکش، یورپ اور برطانیہ میں اسلامی دعوت کے مواقع اور ضرورت.....اور ان جیسے موضوعات پر مفصل گفتگو کی ہے۔ تفصیل کے خواستگاروں کو آپ کے درج ذیل عربی وارد و مضامین کی طرف رجوع کرنا چاہیے:

۱۔ تأملات وخواطر		
صوت الأمة بنارس		جولائی ۱۹۸۹ء
۲۔ الواقع الإسلامي أمام النشاط التنصيري في أوروبا		ستمبر ۱۹۸۹ء
۳۔ تقرير عن المؤتمر.. في بريطانيا		جنوری ۱۹۹۰ء
۴۔ الإسلام والغرب		ستمبر ۱۹۹۰ء
۵۔ أسبوع في بندرف المانيا		اکتوبر ۱۹۹۰ء
۶۔ یورپ میں مسیحی سرگرمیاں	محدث بنارس	دسمبر ۱۹۸۹ء
۷۔ برطانیہ میں رمضان		جنوری ۱۹۹۸ء
۸۔ برطانیہ میں مسلمان		ستمبر ۱۹۹۸ء
۹۔ غرناطہ بھی دیکھا میری آنکھوں نے ولیکن	افکار عالیہ مئو	جولائی-ستمبر ۲۰۱۶ء
۱۰۔ لندن نامہ		مجلہ تہذیب مئو

یہ صرف ان مضامین کی فہرست ہے جو براہ راست موضوع سے متعلق ہیں۔ آپ کی دیگر تحریروں میں بھی ضمناً اس موضوع سے تعرض کیا گیا ہے جو اس فہرست میں شامل نہیں ہیں۔

جمعیت اہل حدیث برطانیہ: برطانیہ میں جن تعلیمی، دعوتی اور رفاہی اداروں اور تنظیموں سے آپ جڑے ان میں سرفہرست وہاں کے اہل حدیثوں کی مرکزی تنظیم یعنی جمعیت اہل حدیث ہے۔ ڈاکٹر صاحب اس تنظیم کے باقاعدہ رکن یا کوئی ذمہ دار تھے یا نہیں، اس کی کہیں صراحت نہیں ملی۔ اور غالب گمان یہی ہے کہ ایسا کچھ نہیں تھا۔ بلکہ آپ رضا کارانہ طور پر اس تنظیم سے تعلق رکھتے تھے اور اس کی

سرگرمیوں میں وقتاً فوقتاً حصہ لیتے تھے۔ چنانچہ جمعیت کے بینر تلے منعقد ہونے والی کانفرنسوں اور اجتماعات سے خطاب، عرب شرکاء کے خطاب کا ترجمہ، مجلّہ صراط مستقیم کے انگلش ایڈیشن ''اسٹریتھ پاتھ'' کی ایک وقفہ کے لیے ادارت.....وغیرہ آپ کی جمعیت سے وابستگی کے مظاہر ہیں۔

مولانا عبدالہادی عمری جو جمعیت اہل حدیث برطانیہ کے اعلیٰ ذمہ داران میں سے ہیں اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

''.....ڈاکٹر صاحب بوجوہ ممبئی کو خیر باد کہہ کر لندن تشریف لے آئے۔ یہاں مسلم کالج میں پروفیسری ان کی منتظر تھی۔ اپنی مرکزی ذمہ داری کے بعد ان کا بیشتر وقت رفقائے جماعت کے ساتھ ہی گذرتا، مرکزی جمعیت کے مختلف پروگراموں میں سلاؤ کے احباب کے ساتھ شریک ہوتے رہے۔ جمعیت کے مجلّہ انگریزی صراط مستقیم اسٹریتھ پاتھ کے ایک ڈیڑھ سال مدیر رہے، اور مجلس القضاء کے اہم رکن تھے۔ مجلس کے ابتدائی اجتماعات میں پابندی سے شرکت کرتے اور گراں قدر مشوروں سے نوازتے رہے۔ شروع ہی سے ہیتھرو ایئر پورٹ سے متصل سلاؤ میں سکونت پذیر ہوئے اور یہاں کی جامع مسجد میں ہفتہ وار درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ عیدین کی امامت بھی ان کے ہی ذمہ تھی۔'' (ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم: نومبر ۲۰۲۱ء، ص: ۴)

عمری صاحب کے ان اشارات سے برطانیہ کی مرکزی جمعیت اہل حدیث سے ڈاکٹر صاحب کے تعلقات کی نوعیت واضح ہوجاتی ہے۔ جمعیت کی طرف سے سالانہ عالمی کانفرنس کا انعقاد ہوتا رہتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے برطانیہ میں مقیم ہونے کے بعد پہلی بار یہ کانفرنس اگست ۱۹۸۹ء میں منعقد ہوئی جس میں آپ کی بھرپور شرکت رہی۔ آپ نے کانفرنس کے بعد عربی زبان میں اس کی ایک مفصل رپورٹ بعنوان ''تقرير عن المؤتمر الثالث عشر لجمعية أهل الحديث المركزية في بريطانيا'' تیار کی اور اسے صوت الأمة میں اشاعت کے لیے ارسال فرمایا۔ یہ رپورٹ مجلّہ کے جنوری ۱۹۹۰ء کے شمارے میں شائع ہوئی جو آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ مجلّہ صراط مستقیم برمنگھم کے اکتوبر-نومبر ۱۹۸۹ء کے شمارے میں بھی اس کانفرنس کی رپورٹ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

اس یک روزہ کانفرنس میں کئی نامور عرب مہمان بھی شریک تھے جن میں سے بعض کے خطاب کا آپ نے اردو ترجمہ کیا۔ اس کے علاوہ افتتاحی نشست میں مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ کا عربی میں تعارف بھی پیش کیا۔

ڈاکٹر صاحب کی متعدد تحریروں میں وہاں کی جمعیت اور اس کی حرکت ونشاط کے بارے میں تذکرہ ملتا ہے۔ ایک سوال کے جواب کے ضمن میں آپ اپنے انٹرویو میں فرماتے ہیں:

''مرکزی جمعیت اہل حدیث (برطانیہ) کو آگے بڑھانے اور شہر شہر میں برانچ قائم کرنے کا سہرا مولانا محمود احمد میرپوری رحمہ اللہ کے سر ہے، ان کی اچانک وفات جماعت اور جمعیت کے لیے بہت نقصان دہ ثابت ہوئی۔ ان کے بعد جمعیت انتشار اور بے نظمی کا شکار ہوگئی اب نئی قیادت حالات کو بہتر بنانے کی کوشش کر رہی ہے، اللہ تعالیٰ اس کی کوششوں کو کامیاب بنائے۔'' (محدث بنارس: مارچ ۱۹۹۷ء، ص: ۱۰)

بعض خطوط میں جمعیت کی طرف سے بے اعتنائی کا شکوہ بھی ہے۔ چناں چہ تاریخ اہل حدیث مرتبہ ڈاکٹر بہاء الدین کی جلد دوم پر اپنے تاثرات میں ڈاکٹر عبدالعلی مؤلف کتاب ڈاکٹر بہاء الدین سے ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''.....اس کے بعد دو تین جگہوں پر جمعیت اہل حدیث برطانیہ کے اجتماعات میں ڈاکٹر (بہاء الدین) صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل رہا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں بھی چاق و چوبند تھا اور دور دراز علاقوں میں بھی بغیر بلائے ہوئے جمعیت کے اجتماعات میں اپنے علاقے کے لوگوں کے ساتھ شرکت کے لیے سفر کرلیتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی صحت بھی ٹھیک تھی اور وہ بھی آجاتے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم لوگوں کو سٹیج پر دعوت دینے کی ضرورت اس وقت محسوس کی جاتی تھی جب خوش بیان اور لوگوں کو لطیفے اور قصے سنا کر دل موہ لینے والے مقررین کسی وجہ سے اجتماع میں نہیں پہنچ پاتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کا بیان تاریخی ہوتا تھا اور سامعین میں سے وہی لوگ استفادہ کرسکتے تھے جن کو تاریخ سے یا اپنے اسلاف کے کارناموں کو جاننے سے دل چسپی ہوتی تھی۔ میری تقریر بھی سادہ ہوتی تھی اور وہ بہت سے لوگوں کے حلق سے اس لیے نہیں اتر پاتی تھی کہ اس میں مسلمانوں کے موجودہ حالات پر بے لاگ تبصرہ ہوتا تھا۔'' (تاریخ اہل حدیث: ۲/ ۱۷)

تربیتی اجتماع میں لکچر: جمعیت اہل حدیث برطانیہ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے سالانہ تربیتی اجتماع میں بھی آپ وقتاً فوقتاً شریک ہوتے اور اپنے دروس ومحاضرات پیش کرتے۔ اس نوعیت کے تربیتی اجتماع سے متعلق مولانا عبدالہادی عمری لکھتے ہیں:

''مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ کی یہ دیرینہ روایت رہی ہے کہ اس کی زیر نگرانی ہر سال دو تربیتی اجتماعات منعقد ہوا کرتے تھے۔ جس میں ملک بھر سے اراکین جمع ہو کر ۲۴ گھنٹے روحانی اور تربیتی ماحول میں بسر کر کے اپنے ایمان وعمل کو جلا بخشتے۔ پروگرام کا ایک حصہ علمائے کرام کے ہلکے پھلکے عنوانات پر تذکیری خطابات کا ہوتا۔ ۱۹۸۹ء کے اجتماع میں ڈاکٹر حافظ عبدالعلی حامد صاحب کا بھی خطاب رکھا گیا تھا۔ وہ ابھی برطانیہ میں نووارد تھے۔ بیشتر اراکین سے ان کی اس پروگرام میں پہلی بار ملاقات ہو رہی تھی.....'' (صراط مستقیم برمنگھم: نومبر ۲۰۲۱ء، ص: ۳)

والد صاحب کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

''برمنگھم میں جمعیت اہل حدیث نے چھٹیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دو اجتماعات کا فیصلہ کیا ہے۔ ۲۴، ۲۵، ۲۶ (دسمبر ۱۹۹۳ء) کو جوانوں کا تربیتی اجتماع انگریزی زبان میں اور ۳۱/ دسمبر و یکم جنوری کو جلسہ عام تربیتی، اردو میں۔ کل ایک

عرصہ کے بعد سکریٹری جنرل عبدالہادی صاحب کا فون آیا کہ آپ کو دونوں اجتماعات میں شریک ہونا ہے۔ دیکھا جائے گا۔" (مکتوب: ۲۰/۱۲/۱۹۹۳ء)

صراط مستقیم میں شائع اس پروگرام کی درج ذیل رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اس میں شرکت فرمائی اور خطاب کیا، رپورٹ میں خطبائے کرام کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

"اسلامیہ کالج لندن کے پروفیسر مولانا ڈاکٹر حافظ عبدالعلی صاحب نے کہا کہ "اسلام کسی مخصوص لباس یا جغرافیائی حدود کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایمان وعمل صالح سے عبارت ہے۔

علمائے کرام مسلمانوں کو یہ احساس ہرگز نہ دلائیں کہ یہاں رہنا گناہ ہے، بلکہ ساری توانائیاں اس میں صرف کریں کہ کس طرح یہاں ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں۔"

"امام بخاریؒ بحیثیت فقیہ" کے عنوان پر خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں ابواب کے ذریعے شروع سے آخر تک اس بات کی کوشش کی ہے کہ مسلمان کہیں بھی اپنے آپ کو لاچار ومجبور نہ محسوس کرے۔

امام بخاریؒ احادیث سے جو مسائل مستنبط فرماتے ہیں یہ خود ان کے فقیہ ہونے کی اعلیٰ اور روشن دلیل ہے۔" (صراط مستقیم برمنگھم: جلد:۱۶، شمارہ:۲/۱۹۹۴ء، ص:۳۹)

انگلش میگزین "اسٹریٹ پاتھ" کی ادارت: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ کی جانب سے ایک اردو ماہنامہ بنام "صراط مستقیم" شائع ہوتا ہے تو مقامی ضرورت کے پیش نظر ایک انگریزی ماہنامہ بھی شائع ہوتا ہے جسے (Straight Path) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جمعیت کی طرف سے ایک بار اس مجلّہ کی ادارت بھی ڈاکٹر ازہری کو سونپی گئی، ذرائع کے مطابق آپ نے ڈیڑھ یا دو سال تک یہ ذمہ داری بحسن وخوبی انجام دی۔ یہ کس ماہ وسال کی بات ہے؟ اور اس مختصر عرصہ کے بعد آپ ادارت سے کیوں علیحدہ ہوگئے؟ اس کا ہمیں علم نہیں ہوسکا۔

تراویح میں امامت: ڈاکٹر صاحب جہاں بھی رہے رمضان مبارک کے مہینے میں تراویح پڑھانے کا عمل کسی نہ کسی شکل میں جاری رکھا۔ اس سے پہلے مصر میں، نائیجیریا میں اور پھر ممبئی میں آپ کی تراویح کی امامت کا تذکرہ گذر چکا ہے۔ بحمداللہ لندن میں بھی آپ نے اس سلسلے کو جاری وساری رکھا۔ بقول شاعر مشرق:

نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آداب سحر خیزی
زمستانی ہوا میں جب کہ تھی شمشیر کی تیزی

واضح رہے کہ آپ متعلقہ مسجد میں تراویح کی امامت کے ساتھ پڑھے گئے قرآنی حصے کی تفسیر یا خلاصہ بھی بیان فرماتے تھے۔ برطانیہ کی اہل حدیث مساجد میں اور اس کے علاوہ بھی بہت سے مقامات پر اس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ کے زیر اہتمام شائع ہونے والے اردو ماہنامہ "صراط مستقیم" برمنگھم میں ہر سال رمضان میں برطانیہ کی اہل حدیث مساجد میں تراویح پڑھانے والے حفاظ اور خلاصہ بیان کرنے والے علماء کی لسٹ شائع ہوا کرتی ہے۔ رمضان ۱۴۱۷ھ = ۱۹۹۷ء کی لسٹ میں ۲۴/حفاظ وعلماء کا نام درج ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا نام سلاؤ کی مسجد کے لیے مختص ہے، اور تراویح وتفسیر دونوں خانوں میں آپ ہی کا نام ہے۔ بسا اوقات تراویح پڑھانے والے کوئی اور تفسیر بیان کرنے والے کوئی اور ہوتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: صراط مستقیم برمنگھم: شمارہ فروری ۱۹۹۷ء، ص:۸)

بیربیک کالج، لندن یونیورسٹی کے شعبہ اسلامک اسٹڈیز سے وابستگی: ڈاکٹر صاحب نے ۱۹۹۸ء سے ۲۰۰۵ء تک لندن یونیورسٹی کے بیربیک کالج میں اسلامیات کے استاذ کی حیثیت سے خدمت انجام دی۔ اس کی تفصیل جاننے کے لیے جب میں نے برطانیہ میں مقیم مولانا شیر خان جمیل عمری حفظہ اللہ کی طرف رجوع کیا تو آپ نے بتایا کہ:

"دراصل ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ پارٹ ٹائم یا وزیٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے مختلف یونیورسٹیوں میں پڑھانے یا لکچر دینے جاتے تھے۔ یہ روزانہ کا مسئلہ نہیں ہوتا تھا۔ ہفتہ واری یا دو ہفتہ یا ماہانہ یا دو ماہی یا پھر شش ماہی ہوتا تھا۔ آپ بہت دور دور بھی جاتے تھے۔ جیسے لیڈز یونیورسٹی (نارتھ انگلینڈ) وغیرہ۔"

علمی رسائل کا مناقشہ: اسی طرح ڈاکٹر صاحب کو وہاں کی یونیورسٹیوں میں علمی رسائل کے مناقشے کے لیے بھی مدعو کیا جاتا تھا اور آپ اس ذمہ داری کو بدرجہ اتم نبھاتے تھے۔ ایک مضمون میں آپ خود لکھتے ہیں:

"....ایک مرتبہ مجھے برمنگھم یونیورسٹی میں ممتحن خارجی کی حیثیت سے ایک پی ایچ ڈی کی تھیسس کے مناقشہ کے لیے دعوت دی گئی۔ تھیسس پیش کرنے والے عرب تھے اور کئی سالوں سے امریکہ میں مقیم تھے اور موضوع تھا انکار حدیث سے متعلق، ان کے مشرف نے انہیں بتایا کہ پہلے وہ دو لاکھ کلمات پر مشتمل ایک ضخیم سا رسالہ لے کر حاضر ہوئے۔ انہوں نے انہیں بتایا کہ انگلینڈ کی یونیورسٹیوں میں کلمات کی حد اسی (۸۰) ہزار ہے، آپ اسے مختصر کیجیے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے نکالا جا سکے۔ لکچرار نے عرض کیا کہ یہ تھیسس اس ضخامت کے ساتھ قابل قبول نہیں ہے۔ تب انہوں نے مختصر کرنے کی کوشش کی، پھر بھی حد سے زیادہ تھی لیکن رجسٹرار نے قبول کرلیا۔ جب میں نے تھیسس پڑھا تو معلوم ہوا کہ اس میں سے آدھے سے زیادہ موضوع سے غیر متعلق باتیں تھیں۔ میرے ساتھ ایک اور ممتحن داخلی تھی جو انگریز تھے، ہم دونوں نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ بحث قابل قبول نہیں اور باحث کو

ایک سال کا موقع دیا جائے جس میں وہ اسے دوبارہ معقول بنا کر پیش کرے۔''

(ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری: حیات اور علمی نقوش، ص: ۴۸۶-۴۸۷)

تیسرے بر اعظم میں در پیش مسائل: انسان کی زندگی مسائل اور چیلنجوں سے بھری ہوتی ہے، جن میں سرفہرست معاشی اور اقتصادی مسائل ہوتے ہیں جن سے پوری زندگی انسان کو جوجھنا ہی ہے۔ خاص طور سے محدود آمدنی والا ملازمت پیشہ انسان زندگی کے غیر محدود مسائل سے کیسے نمٹتا ہے اس کا اندازہ دوسروں کو نہیں ہوسکتا۔

کسی بھی نئی جگہ پر بسنے کے لیے معاش کا مسئلہ حل ہونے کے بعد سب سے اہم مسئلہ رہائش کا ہوتا ہے۔ یہ ضرورت بالعموم کرایے کے مکان سے پوری کی جاتی ہے، لیکن قیام لمبا یا مستقل ہو تو کرایے کا مکان بے حد گھاٹے کا سودا ہوتا ہے۔ خاص طور پر مغربی ممالک میں جا بسنے والوں کے لیے مکان کی فراہمی کسی بھی چیلنج سے کم نہیں۔ اس کی متعدد وجوہات ہیں جن کی تفصیل میں جانے کا یہ موقع نہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے لندن میں قدم رکھنے کے بعد کچھ دنوں کرایہ کے مکان میں گزارا اور حالات کا پورے طور پر جائزہ لینے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ ذاتی مکان کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن اس کے لیے خطیر سرمایے کی ضرورت ہے جس کے آپ متحمل نہیں، آپ نے اس کا حل یہ سوچا کہ اپنے کالج سے قرض لے کر یہ ضرورت پوری کی جائے اور ماہ بماہ بالاقساط قرض کی بھرپائی ہوتی رہے۔ لیکن معلوم ہوا کہ کالج کے وسائل بھی حد درجہ محدود ہیں اور وہاں سے اس ضرورت کی تکمیل مشکل ہے۔ پھر آپ نے کچھ دوسرے متعارفین سے قرض لے کر اس مسئلے کو حل کیا، لیکن برسوں قرض کے بوجھ تلے دبے رہے جس نے آپ پر جسمانی اور ذہنی دونوں اعتبار سے برا اثر ڈالا۔

ڈاکٹر صاحب اپنے استاد گرامی والد محترم مولانا محمد اعظمی حفظہ اللہ سے برابر خط وکتابت کا سلسلہ جاری رکھتے تھے، اپنے خطوط میں آپ در پیش مسائل کا بھی تذکرہ کرتے تھے۔ لگتا ہے کہ کسی خط میں آپ نے گھر کی خریداری اور اپنے مقروض ہونے کا تذکرہ کیا تھا، اس کے بعد والد صاحب اپنے خطوط میں اس تعلق سے برابر استفسار کرتے اور فکرمندی کا اظہار کرتے۔ ڈاکٹر صاحب کے خطوط سے بعض اقتباسات ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

''...مکان کا خریدنا ضروری تھا، کرایے کے مکان میں رہنا مناسب نہیں تھا، کیوں کہ کرایہ زیادہ ہوتا ہے، پھر کرایے میں ہمیشہ اضافہ کا لالچ مالک مکان کے دماغ میں سمایا رہتا ہے..... دعا کیجیے دھیرے دھیرے قرض ادا ہوجائے گا۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ کوئی مطالبہ کر بیٹھے، صرف ذرا سی بات کا ہے۔'' (مکتوب: ۱۹۹۳/۱۲/۲۰ء)

''اسی طرح آپ کو میرے قرضے کی بھی کافی فکر ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ ہمارے سروں پر باقی رکھے۔ آج کی دنیا میں کون دوسروں کے بارے میں اتنا سوچتا ہے۔ قرض کے سلسلے میں کچھ زیادہ نہ ہوسکا، کہیں سے کوئی مدد نہ مل سکی، کوشش کر کے اس سال پانچ ہزار ادا کر دیا ہے، لیکن ابھی بہت بڑی رقم ہے۔ ان شاء اللہ اسی طرح دھیرے دھیرے خود ہی ادا کرتے رہیں گے....'' (مکتوب: ۱۹۹۳/۱۰/۱۸ء)

''میں قرض کی طرف سے فکرمند اس لیے ہوں کہ رقم بڑی ہے اور جن لوگوں سے لیا تھا اس امید پر لیا تھا کہ کالج سے مقدم کے طور پر یہ رقم مل جائے گی جو تنخواہ سے کٹتی رہے گی، یہ نہیں ہوا، اس لیے فکر رہتی ہے.....''

''...یہاں پر مجھے کوئی تکلیف نہیں، چند مسائل ہیں جو شاید کبھی ساتھ نہ چھوڑیں۔ ایک تو تنہائی اور آپ لوگوں سے دوری کا مسئلہ ہے۔ دوسرے صحت کا مسئلہ ہے۔ یہاں کا اضافی مسئلہ قرضے کا ہے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ قرض ان لوگوں کا ہے جو اس کا ذکر کرتے ہوئے شرماتے ہیں، میں ہی فکرمند ہوں۔ لیکن ایک خوبی یہاں کی یہ ہے کہ بچوں کی پڑھائی اچھی ہو رہی ہے.....'' (مکتوب: ۱۹۹۳/۱۱/۱۵ء)

''ایک طرف تو آپ مجھے تفکرات سے آزاد ہونے کی نصیحت کر رہے ہیں اور دوسری طرف خود تفکرات میں غرق ہوگئے ہیں۔ میں نے ہوسکتا ہے اپنے مسائل پیش کرنے میں کچھ مبالغہ سے کام لیا ہو، لیکن یہ تو سب کو معلوم ہے کہ اس دنیا کے اندر مسائل سے چھٹکارا اور مشکلات سے آزادی ممکن نہیں۔ آپ سوچتے ہیں کہ قرض اور مرض کے بارے میں ہر وقت سوچتا رہتا ہوں۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ ایسی بات نہیں۔ مرض کی وجہ سے خود اعتمادی کھو بیٹھا ہوں، کم بخت ایسا بے وقت آتا ہے کہ طبیعت جھنجھلا کے رہ جاتی ہے۔ لیکن کچھ کر نہیں سکتے۔ قرض کے بارے میں میں نے یقیناً مبالغہ آرائی سے کام لیا جس کی وجہ سے آپ پریشان ہوگئے۔ قرض جب نہیں تھا تب بھی مرض تھا، اور شاید جب قرض ختم ہوجائے تب بھی یہ باقی رہے۔ یہ تو شافی الامراض کی مرضی ہے۔ قرض کا مسئلہ دھیرے دھیرے حل ہو رہا ہے۔ میں اپنے تاثرات اور عقیدت کا الفاظ میں اظہار نہیں کرسکتا۔ آپ نے جس محبت، پیار اور خلوص کا اظہار کیا ہے آج وہ اس دنیا میں کہاں ملتا ہے، لیکن میرے بارے میں زیادہ حسن ظن نہ رکھیں، اب وہ علمی لگن نہیں رہی، اور وجہ یہ ہوئی کہ کام کے مواقع نہیں ملے.....''

(مکتوب: ۱۹۹۴/۲/۷ء)

ان طویل اقتباسات کو یہاں پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اندازہ لگائیں کہ اس سرد ترین ملک میں ڈاکٹر صاحب نے کتنی دھوپ اور تمازت برداشت کی ہے اور کتنی آزمائشوں سے گذرے ہیں۔ یہ قابل ذکر اس لیے بھی ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ ڈاکٹر صاحب سالانہ چھٹیوں میں جب وطن تشریف لاتے تو ضرورت مندوں اور بہت سے غیر ضرورت مندوں کی لالچ بھری نگاہ آپ کی جیب پر ٹکی رہتی اور اپنے جائز وناجائز مطالبے لے کر آپ کا طواف کرتے نظر آتے۔ اور بیشتر حالات میں فائز المرام لوٹتے۔

(جاری)

اہل حدیث منزل کی تعمیر وتکمیل کے لیے

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے: (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے رکن شوریٰ حافظ کلیم اللہ سلفی صاحب کی والدہ ماجدہ کا سانحہ ارتحال

سانحہ ارتحال: یہ خبر نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے رکن شوریٰ صوبائی جمعیت اہلحدیث مشرقی یوپی کے نائب ناظم اور مدرسہ اسلامیہ سلفیہ کھر جروا، ضلع دیوریا، یوپی کے صدر معروف عالم دین حافظ کلیم اللہ سلفی صاحب کی والدہ ماجدہ مورخہ ۴/مارچ ۲۰۲۲ء کو بوقت ایک بجے شب بعمر تقریبا ۹۰ سال داعی اجل کو لبیک کہہ گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ پابند صوم وصلاۃ، نیک طبع، صاف دل، خلیق وملنسار اور غریب پرور خاتون تھیں۔ اور اپنے بیٹے، بیٹیوں اور پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں اور پاس پڑوس کی خواتین کو توبہ وانابت الی اللہ کی تلقین کرتی رہتی تھیں۔ کبرسنی کے باوجود صحت مند تھیں، ایک ہفتہ قبل دل میں اسٹینڈ لگایا گیا تھا لیکن دوبارہ اٹیک آیا اور پھر جانبر نہ ہوسکیں۔ مرحومہ کے انتقال سے میں ذاتی طور پر متاثر ہوا ہوں اور مجھے دلی صدمہ پہنچا ہے۔ اگلے روز مورخہ ۵/مارچ ۲۰۲۲ء کو بعد نماز عشاء کھر جروا، دیوریا میں تدفین عمل میں آئی۔ جس میں علما وعوام کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ منجھلے صاحبزادے مولانا حافظ کلیم اللہ سلفی نے صلاۃ جنازہ کی امامت کرائی۔

جماعتی خبریں

پسماندگان میں مولانا کلیم اللہ سلفی صاحب سمیت پانچ بیٹے نیک و لائق الحاج عبدالرؤف صاحب، صفی اللہ صاحب، ذکاء اللہ صاحب، وصی اللہ صاحب، سات بیٹیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ اللہ تعالی ان کی مغفرت کرے، لغزشوں سے درگزر فرمائے، جنت الفردوس کی مکین بنائے اور پسماندگان خصوصا مولانا کلیم اللہ سلفی صاحب اور ان کے بھائیوں اور بہنوں کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین (شریک غم ودعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

اعلان داخلہ برائے طلباء وضرورت معلم

مدرسہ عربیہ خادم الاسلام اہل حدیث ٹانڈہ میں عربی اولیٰ وثالثہ متوسطہ اور حفظ القرآن الکریم کے لئے داخلے مطلوب ہیں خواہش مند طلباء ۲۰/شوال المکرّم ۱۴۴۳ھ تک مدرسہ میں پہنچ کر داخلے کی کارروائی مکمل کرالیں۔ طلباء عزیز کو قیام وطعام، علاج ومعالجہ، درسی کتب اور سفر کی سہولت کے لئے ریلوے کنسیشن بھی دیا جاتا ہے۔ داخلے صلاحیت کی بنیاد پر ہی ہوں گے۔ مدرسہ کے لئے ایک ایسے عالم کی ضرورت ہے جو عربی کی اولی دوم سوم جماعت میں پڑھنے والے طلباء کو بحسن وخوبی تعلیم دے سکیں نیز تعلیمی تجربہ بھی رکھتے ہوں مندرجہ ذیل نمبر پر رابطہ قائم کریں۔ (حافظ محمد عمر، ناظم مدرسہ خادم الاسلام اہل حدیث ٹانڈہ بادلی ضلع رامپور، یوپی، رابطہ نمبر 9012081413)

☆☆

مکتبہ ترجمان کی نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	30/-
چمن اسلام اول	24/-
چمن اسلام دوم	30/-
چمن اسلام سوم	30/-
چمن اسلام چہارم	34/-
چمن اسلام پنجم	40/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	188/-

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ

☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔

☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ

☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت

☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق:150 قیمت:Rs.200/-Net

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

کتاب الآداب

مؤلف: فؤاد بن عبدالعزیز الشلہوب

مترجم: محمد نعیم محمد شفیع سلفی

تقدیم

مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

صفحات:665 قیمت:-/300

اعلان داخلہ

المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا نئی دہلی میں قائم اعلی تعلیمی وتربیتی ادارہ
''المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیۃ''
میں نئے تعلیمی کلینڈر (۲۰۲۲-۲۰۲۳) کے مطابق امسال نئے سیشن کے لئے

۱۴/مئی ۲۰۲۲ء مطابق ۱۲/شوال المکرم ۱۴۴۳ھ بروز ہفتہ تا ۱۶/مئی ۲۰۲۲ء

مطابق ۱۴/شوال المکرم ۱۴۴۳ھ بروز پیر داخلہ لیا جائے گا۔ان شاءاللہ

شرائط داخلہ:

● امیدوار کسی معتبر سلفی ادارہ سے فارغ التحصیل ہو۔● دین کی خدمت اور دعوت کا جذبہ فراواں رکھتا ہو۔● آخری سال میں امتیازی نمبرات حاصل کیے ہوں۔● فراغت پر دو سال سے زیادہ کی مدت نہ گزری ہو۔● جس ادارہ سے فارغ ہو اس سے امیدوار کے حسن السیرۃ والسلوک پر کم ازکم دو اساتذہ کی تصدیق ہو۔● اسلامی وضع قطع کا پابند ہو● الیکشن آئی کارڈ یا آدھار کارڈ یافتہ ہو● مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی کسی ذیلی جمعیت کی طرف سے سفارش کی گئی ہو۔● تحریری وتقریری امتحان میں کامیابی کے بعد ہی داخلہ لیا جائے گا۔داخلہ کے لیے اصل اسناد پیش کرنا ضروری ہے۔

خصوصیات:

● خوشگوار ماحول میں عمدہ تعلیم۔● دعوت وافتاء کی عملی مشق۔● مقالات وبحوث لکھنے کی تربیت۔● انگریزی اور کمپیوٹر کی تعلیم کا معقول بندوبست● علیحدہ کشادہ کمپیوٹر لیب● ماہر اساتذہ کی ایک ٹیم۔● وقتاً فوقتاً جدید موضوعات پر ماہرین کے توسیعی خطبات۔● ہر طالب علم کو ماہانہ وظیفہ● بہترین رہائشی انتظامات● ڈائننگ ہال میں کھانے کا نظم۔● مطالعہ کے لیے لائبریری جس میں مصادر ومراجع کی کتابیں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔● کھیل کود کے لیے وسیع میدان۔

درخواست موصول ہونے کی آخری تاریخ: ۷/مئی ۲۰۲۲ء

اپنی درخواست مع تصدیقات ونقول اسناد درج ذیل پتہ پر ارسال کریں۔

''المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیۃ''

اہل حدیث کمپلیکس، ڈی۔۲۵۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵

فون نمبر:۔011-26946205, 23273407، موبائل:09560841844, 9213172981

شعبۂ تعلیم و تربیت:

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

رمضان المبارک کے موقع پر اپنے صدقات و خیرات کا ایک حصہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

کو دینا نہ بھولیں

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، ہندوستان میں اہل حدیثوں کا نمائندہ پلیٹ فارم ہے، جو اپنے اہداف ومقاصد کی روشنی میں منصوبوں اورعزائم کی تکمیل میں کوشاں ہے۔اس کی دعوتی وتبلیغی، تعلیمی وتربیتی، علمی وتحقیقی، تحریری وصحافتی اوررفاہی وسماجی خدمات کا ایک طویل سلسلہ جاری ہے۔ سیمیناروں، کانفرنسوں اور مسابقوں کا انعقاد، مختلف زبانوں میں جرائدورسائل کی طباعت، تفسیر، حدیث نیز اہم ترین دینی وتربیتی اورنصابی کتابوں کی اشاعت کا کام پابندی سے ہورہا ہے۔اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی کے عظیم تعمیری پروجیکٹ کی دوسری منزل اوراہل حدیث منزل واقع علاقہ جامع مسجد دہلی کی چوتھی منزل کی تسقیف (چھت کی ڈھلائی) کا کام ہوا چاہتا ہے۔جن کی وجہ سے جمعیت کے مصارف بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں اور یہ تمام کام اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے بعد اہل خیر حضرات اور محسنین ومخلصین کے تعاون سے ہی انجام پارہے ہیں۔اس پر ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں، پھراپنے محسنین و مخلصین کے بھی، جنھوں نے کسی نہ کسی ناحیہ سے مرکزی جمعیت کی تعمیروترقی میں حصہ لیا ہے اوراس کے منصوبوں کی تکمیل میں آج بھی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ماہ صیام کی آمد آمد ہے۔اس مبارک موقع پرتمام اہل خیرمحسنین ومخلصین سے مؤدبانہ اپیل ہے کہ مرکزی جمعیت کے تمام شعبوں کی فعالیت کو برقراررکھنے اورتعمیراتی سرگرمیوں کوآگے بڑھانے کے لیے جمعیت کے ذمہ داروں اورکارکنوں کے ساتھ بھرپور تعاون فرمائیں۔وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اوراگران میں سے کوئی آپ کی خدمت میں نہ پہنچ سکے تواپنا تعاون براہ کرم مرکزی جمعیت کے دفتر کوارسال فرمائیں۔اللہ آپ کی نیکیوں کوقبول فرمائے۔(آمین)

ڈرافٹ یا چیک صرف "Markazi Jamiat Ahl-e-Hadees Hind" کے نام سے ہی بنائیں۔

A/c No.629201058685 (ICICI Bank) Chandni Chowk Branch

(RTGS/NEFT/IFSC CODE ICIC0006292)

منجانب: اراکین مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند